Title

زیرسرپرستی

عبدالستار حفظہ اللہ

فہم و فکر

پیش نظر

عید قربان اور وفاق پاکستان	مدیر کے قلم سے	04

اصلاحی سلسلہ

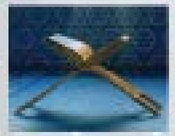

فہم قرآن	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم	05
فہم حدیث	مولانا محمد ظفر اقبال صاحب	06
آئینہ زندگی	حضرت مولانا عبدالستار حفظہ اللہ	08

مضامین

تکبیرات تشریق	محمد مشتاق	10
حلیب اللہ اوی	حذیفہ رفیق	12
قربانی ہی قربانی	ابن اسکندر	14
بیع علم...	غلام عباس	16
اے مسلماں نماز قائم کر	روبینہ عثمان	18
مسائل پوچھیں اور سیکھیں	مفتی محمد توحید	20
باورچی خانہ اور ہماری صحت	حکیم قیم احمد	22

خواتین اسلام

اے دیار حرم کے مسافرو!	بنت عبدالرحمان	25
رقص نزع	شبینہ گل	26
اللہ بہت بڑا ہے	وزیرہ خضر	28
گھٹے دل کو سرور آگیا	بنت عبداللہ	31
کرچی	کائنات عبدالحسیب	32
ساس بہو	اہلیہ شاہ زیب	34
جہیز ایک تجزیہ	محمد واثق	35

باغیچہ اطفال

بچوں کے فن پارے	ادارہ	37
جوابات پر انعامات	ادارہ	38
قربانی کا بکرا	اہلیہ محمد فیصل	39
ڈریان پور کی ژالہ باری	ڈاکٹر الیاس رومی	40

بزم ادب

حرم پاک	جوہر عباد	42
میرے نبی ﷺ پہ جو آخری کتاب باقی ہے	ارسلان اللہ خان	43
گلدستہ	ادارہ	44

اخبار السلام

خبر نامہ	ادارہ	46

دینی اخلاقی اور معاشرتی اقدار کا علمبردار

ماہنامہ فہم دین کراچی

ستمبر 2016ء

مدیر	محمد خرم شہزاد
ناظم	خالد عبدالرشید
کمپوزنگ	مظفر بھٹو
نظرثانی	طارق محمود
تزئین و آرائش	نوید فرید

editor@fahmedeen.org

آراء و تجاویز کے لیے

0304-0125750 | 0333-4573885

ڈاک سے متعلق امور کے لیے

0322-2120004 | 021-35393912

اشتہارات کے لیے

0332-8278537

marketing@fahmedeen.org

زر تعاون

فی شمارہ:	40 روپے
اندرون کراچی سالانہ (بذریعہ کوریئر):	520 روپے
بیرون کراچی سالانہ (بذریعہ رجسٹری):	520 روپے
بیرون ملک بدل اشتراک	25 ڈالر

ناشر	مطبع	مقام اشاعت
فیصل زبیر	داسا پرنٹر	دفتر فہم دین

Brighto

02

عید قربان اور دفاع پاکستان

مدیر کے قلم سے

اسلام

کی داستان جتنی حسین ہے، پاکستان کی کہانی اتنی ہی رنگین ہے۔ دونوں نعمتِ خداوندی ہیں۔ اسلام کی آبیاری صحابہ کرامؓ نے اپنے مقدس خون سے کی اور دیکھتے ہی دیکھتے اسلام پوری دنیا کے لوگوں کی آواز بن گیا اور پاکستان بھی ہمارے آباء واجداد کی اَن تھک محنتوں اور شہداء کے مقدس خون کی بدولت ہمیں حاصل ہوا اور اپنے ناقابلِ تسخیر نظریاتی محافظ دینی مدارس اور مضبوط اور مستحکم جغرافیائی محافظ افواج پاکستان کی بدولت دیکھتے ہی دیکھتے اقوامِ عالم کی نظروں میں بالعموم رہنے لگا اور اسلامی دنیا کی امیدوں کا تو مرکز ہی بن گیا۔

دنیا کی مختلف اقوام رنگین تہوار مناتی ہیں، کسی کو "ہولی" منانے کا شوق ہے تو کوئی "بپتسمہ" کے رنگ میں غوطہ زن ہوتا ہے، لیکن اسلام نے اپنے ماننے والوں کے لیے جو رنگین تہوار مقرر کیا ہے، وہ عیدِ قربان کا اسلامی تہوار ہے، جس میں اللہ کو رب ماننے والے، محمد ﷺ کو رسول ماننے والے، آخرت میں رب سے ملاقات کا یقین رکھنے والے مالدار مسلمان اپنے اپنے گھروں میں ربِ دو جہاں کو راضی کرنے کے لیے عشقِ نبوی ﷺ سے سرشار ہو کر سنتِ ابراہیمی کو بجالانے کے لیے بکروں، گائیوں اور اونٹوں کی قربانی کا نذرانہ رب کے حضور پیش کرتے ہیں۔ پوری دنیا میں ہر گلی، ہر محلّہ، بل کہ ہر صحن حکمِ خداوندی کے آگے سرنگوں مسلمان کے ہاتھوں سرخ غازہ ملے معنبر و معطر ہو رہا ہوتا ہے۔ یہ ایک مسلمان کا اپنے رب سے اس بات کا عزم ہوتا ہے کہ ترے دین کی سربلندی کے لیے میں ہر قربانی دینے کے لیے ہر وقت تیار ہوں۔ بچپن سے ہی بچے اور بچیاں رب کے لیے قربانی کا عملی مظاہرہ اپنے گھروں میں دیکھتے ہیں اور یہ بات اُن کے دِل میں پیوست ہو جاتی ہے کہ ؎

میری زندگی کا مقصد، ترے دیں کی سربلندی
میں اسی لیے مسلماں، میں اسی لیے نمازی

یہ اسلام کا نظریۂ قربانی ہی تھا، جس نے برصغیر کے مسلمانوں کو دین پر آزادانہ عمل کرنے کے لیے ایک الگ وطن پاکستان حاصل کرنے کی جدوجہد کرنے اور اس کے لیے ہر طرح کی قربانی دینے پر ابھارا۔ اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے برصغیر کے مسلمانوں نے اپنے جذبۂ ایمانی اور نظریۂ قربانی کی بدولت ایک آزاد ملک پاکستان حاصل کر لیا۔ پھر اس کٹے پھٹے اور لُٹے پٹے وطن کو محفوظ بنانے کے لیے پھر نظریہ قربانی کام آئی اور وطنِ عزیز کی طرف للچائی ہوئی میلی آنکھ سے دیکھنے والے ہمسایہ ملک کو 1965ء میں 17 دن مسلسل ہزیمت اٹھانے کے بعد بھاگ نکلنے میں ہی گوشۂ عافیت نظر آیا۔ پاک فوج نے بہادری کے وہ جوہر دِکھلائے کہ لاہور میں صبح کا ناشتہ کرنے کا خواب دیکھنے والوں کو چھٹی کا دودھ یاد آگیا، ایم ایم عالمؒ نے سرگودھا کے قریب 30 سیکنڈ میں دشمن کے پانچ طیارے گرا کر ریکارڈ قائم کر دیا اور اسی معرکۂ کفر واسلام میں چھ دِن بہادری سے لڑنے کے بعد میجر عزیز بھٹیؒ نے جامِ شہادت نوش کیا اور پاکستان کے سب سے بڑے فوجی اعزاز نشانِ حیدر کے مستحق قرار پائے۔ اس سترہ روزہ جنگ کے دوران پاکستان کے ہوا باز بہادر جوانوں نے 35 طیاروں کو دُو بدو مقابلے میں اور 43 کو اُن کی سرزمین میں گھس کر زمین پر ہی تباہ کر دیا تھا اور 32 طیاروں کو طیارہ شکن توپوں نے مار گرایا تھا، یوں اس جنگ میں بھارت کے 110 طیارے تباہ کر دیے گئے۔ اس کے علاوہ ہماری فضائیہ نے دشمن کے 149 ٹینک، 200 بڑی گاڑیاں اور 20 بڑی توپیں تباہ کر دیں۔ اس کے مقابلے میں پاک فضائیہ کے صرف 19 طیارے تباہ ہوئے۔ افواج پاکستان کے ان کارناموں پر عالمی حلقوں کی طرف سے بہت حیرت اور تحسین کا اظہار کیا گیا۔

قارئینِ گرامی! اقوامِ عالم کے لیے یہ واقعی ایک حیران کن بات تھی، جسے اپنی افواج کو میدانِ جنگ میں اتارنے کے لیے جانے کون کونسی مراعات کے جھانسے دینے پڑتے ہیں، لیکن وہ شاید یہ بھول جاتے ہیں کہ ہم ایسی قوم اور ملت سے تعلق رکھتے ہیں، جس کے نبی اکرم ﷺ کے دنیا میں آنے سے ہزاروں سال پہلے حضرت اسماعیلؑ کو ذبیح اللہ بنا کر عیدِ قربان کو مسلمانوں کے جذبۂ ایمانی سے زنگ دور کرنے کے لیے اللہ نے سنبھال کر رکھ لیا تھا۔

آیئے! عیدِ قربان کے موقع پر ہم ایک بار پھر یہ عہد کریں کہ اسلام کی حفاظت کے لیے، مسلمانوں کی ترقی کے لیے اور اپنے وطنِ عزیز پاکستان کی حفاظت کے لیے جب بھی ہم سے قربانی مانگی گئی، ہم دریغ نہیں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ اسلام، دینی مدارس اور مسلمانوں کی، اسی طرح ملکِ پاکستان، افواج پاکستان اور اہلِ پاکستان کی حفاظت فرمائے۔ آمین!

اخوکم فی اللہ
محمد خرم شہزاد

فہم قرآن

البقرہ 272-267

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَ مِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ
وَ لَا تَیَمَّمُوا الْخَبِیْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَ لَسْتُمْ بِاٰخِذِیْهِ اِلَّاۤ اَنْ تُغْمِضُوْا فِیْهِ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ (267)

ترجمہ: اے ایمان والو! جو کچھ تم نے کمایا ہو اور جو پیداوار ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالی ہو اس کی اچھی چیزوں کا ایک حصہ (اللہ کے راستے میں) خرچ کیا کرو اور یہ نیت نہ رکھو کہ بس ایسی خراب قسم کی چیزیں (اللہ کے نام) پر دیا کرو گے جو (اگر کوئی دوسرا تمھیں دے تو نفرت کے مارے) تم اسے آنکھیں مونڈے بغیر نہ لے سکو اور یاد رکھو کہ اللہ ایسا بے نیاز ہے کہ ہر قسم کی تعریف اسی کی طرف لوٹتی ہے۔ (267)

اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَ یَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ وَ اللّٰهُ یَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَ فَضْلًا وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ (268)

ترجمہ: شیطان تمہیں مفلسی سے ڈراتا ہے اور تمھیں بے حیائی کا حکم دیتا ہے؛ اور اللہ تم سے اپنی مغفرت اور فضل کا وعدہ کرتا ہے۔ اللہ بڑی وُسعت والا، ہر بات جاننے والا ہے۔ (268)

یُّؤْتِی الْحِكْمَةَ مَنْ یَّشَآءُ وَ مَنْ یُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا كَثِیْرًا وَ مَا یَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ (269)

ترجمہ: وہ جس کو چاہتا ہے دانائی عطا کر دیتا ہے اور جسے دانائی عطا ہو گئی اسے وافر مقدار میں بھلائی مل گئی اور نصیحت وہی لوگ حاصل کرتے ہیں جو سمجھ کے مالک ہیں۔ (269)

وَ مَاۤ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُهٗ وَ مَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ (270)

ترجمہ: اور تم جو کوئی خرچ کرو یا کوئی امانت مانو اللہ اسے جانتا ہے اور ظالموں کو کسی طرح کے مددگار میسر نہیں آئیں گے۔ (270)

اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِیَ وَ اِنْ تُخْفُوْهَا وَ تُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ وَ یُكَفِّرُ
عَنْكُمْ مِّنْ سَیِّاٰتِكُمْ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ (271)

ترجمہ: اگر تم صدقات ظاہر کر کے دو تب بھی اچھا ہے اور اگر ان کو چھپا کر فقرا کو دو تو یہ تمہارے حق میں کہیں بہتر ہے اور اللہ تمہاری برائیوں کا کفارہ کر دے گا اور اللہ تمہارے تمام کاموں سے پوری طرح باخبر ہے۔ (271)

لَیْسَ عَلَیْكَ هُدٰىهُمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ
وَ مَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ یُّوَفَّ اِلَیْكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ (272)

ترجمہ: (اے پیغمبر) ان (کافروں) کو راہِ راست پر لے آنا آپ کی ذمہ داری نہیں ہے، لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے راہِ راست پر لے آتا ہے[1] اور جو مال بھی تم خرچ کرتے ہو وہ خود تمہارے فائدے کے لیے ہوتا ہے، جب کہ تم اللہ کی خوشنودی طلب کرنے کے سوا کسی اور غرض سے خرچ نہیں کرتے اور جو مال بھی تم خرچ کرو گے تمہیں پورا پورا دیا جائے گا اور تم پر ذرا بھی ظلم نہیں ہوگا۔ (272)

تشریح نمبر 1... بعض انصاری صحابہ رضی اللہ عنہم کے کچھ غریب رشتہ دار تھے، مگر چوں کہ وہ کافر تھے اس لیے وہ ان کی امداد نہیں کرتے تھے اور اس انتظار میں تھے کہ وہ اسلام لے آئیں تو ان کی امداد کریں۔ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی ہدایت فرمائی تھی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (روح المعانی) اس طرح مسلمانوں کو بتایا گیا کہ آپ پر ان کے اسلام لانے کی کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی اور اگر آپ ان غریب کافروں پر بھی اللہ کی خوش نودی حاصل کرنے کی نیت سے کچھ خرچ کریں گے تو اس کا بھی پورا پورا ثواب ملے گا۔

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

فہم حدیث

مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

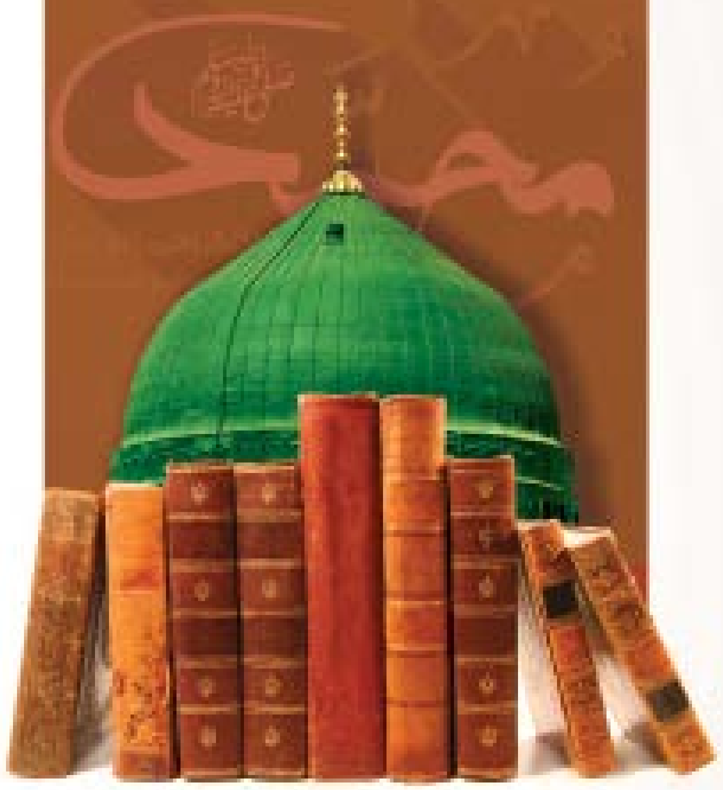

9ذی الحجہ کو عرفات کے میدان میں جب اللہ کے خصوصی مہمان (حجاج) بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہوتے ہیں۔اس دن وہاں رحمتِ خداوندی کی موسلادھار بارش ہوتی ہے‘ وہ قبولیتِ دعا کا خاص الخاص موقع ہے۔اس موقع کی جو دعائیں رسول اللہ ﷺ سے منقول ہیں‘انہیں ہمیں اپنی روزمرہ کی دعاؤں میں شامل کرلینا چاہیے :

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَفْضَلُ الدُّعَاءِ يَوْمَ عَرَفَةَ وَأَفْضَلُ مَا قُلْتُ أَنَا وَالنَّبِيُّونَ قَبْلِي لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔" (رواہ الترمذی)

ترجمہ... حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : عرفہ کے دن کی بہترین دعا اور بہترین کلمہ جو میری زبان سے اور مجھ سے پہلے نبیوں کی زبان سے ادا ہوا وہ یہ کلمہ ہے : "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔" (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں‘ وہی ایک معبود ہے‘ کوئی اس کا ساجھی اور شریک نہیں‘ اسی کی فرمانروائی ہے‘ صرف اسی کے لیے حمد و ستائش سزاوار ہے اور ہر چیز اس کے زیر قدرت ہے)۔

تشریح...اس کلمہ میں اگرچہ بظاہر دعا اور سوال نہیں ہے لیکن یہ کہنا کہ "بس وہی رب اور معبود ہے اور ہر چیز پر اس کو قدرت ہے اور اس کی اور صرف اسی کی فرمانروائی ہے۔" یہ بھی دعا ہی کی ایک صورت ہے اور بڑی بلیغ صورت ہے اور بلاشبہ بعض حیثیتوں سے اور بعض پہلوؤں سے یہی افضل ترین کلمہ ہے۔

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ أَكْثَرُ مَا دَعَا بِهِ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ عَرَفَةَ فِي الْمَوْقِفِ "اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كَالَّذِي نَقُولُ وَخَيْرًا مِمَّا نَقُولُ اَللّٰهُمَّ لَكَ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي وَإِلَيْكَ مَآبِي وَلَكَ رَبِّ تُرَاثِي اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَوَسْوَسَةِ الصَّدْرِ وَشَتَاتِ الْأَمْرِ اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا تَجِيءُ بِهِ الرِّيحُ"۔

ترجمہ...حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عرفہ کے دن وقوف کے وقت رسول اللہ ﷺ نے سب سے زیادہ یہ دعا کی "اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ تا مِنْ شَرِّ مَا تَجِيءُ بِهِ الرِّيحُ۔" (اے اللہ! تیرے ہی لیے ساری حمد و ستائش سزاوار ہے‘ اس طرح جس طرح تو فرماتا ہے‘ اس سے بہتر جو ہم تیری حمد و ثنا میں کہتے ہیں! اے اللہ ! میری نماز اور میرا حج اور میری ساری عبادات اور میرا جینا مرنا سب تیرے ہی لیے ہے اور مجھے زندگی ختم کرکے تیرے ہی حضور میں واپس جانا ہے اور جو کچھ میں چھوڑ کے جاؤں تو ہی اس کا وارث ہے۔اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں‘ عذاب قبر سے اور دل کے وسوسوں سے اور پراگندہ حالی سے اور پناہ مانگتا ہوں ہواؤں کے شر سے اور ان بُرے اثرات اور عواقب سے) (جامع ترمذی)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ حَجَّ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ

ترجمہ...حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس آدمی نے حج کیا اور اس میں نہ تو کسی شہوانی اور فحش بات کا ارتکاب کیا اور نہ اللہ کی کوئی نافرمانی کی تو وہ گناہوں سے ایسا پاک وصاف ہو کر واپس ہوگا‘ جیسا اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اس کو جنا تھا۔ (بخاری و مسلم)

تشریح...قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے: "اَلْحَجُّ أَشْهُرٌ مَعْلُومَاتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ"۔

اس آیت میں حج کرنے والوں کو ہدایت فرمائی گئی ہے کہ خاص کر زمانہ حج میں وہ شہوت کی باتوں اور اللہ کی نافرمانی والے سارے کاموں اور آپس کے جھگڑے بازی سے بچیں۔ حضرت ابوہریرہؓ کی اس حدیث میں اس ہدایت پر عمل کرنے والوں کو بشارت سنائی گئی ہے اور فرمایا گیا ہے کہ جو شخص حج کرے اور ایام حج میں نہ تو شہوت کی باتیں کرے اور نہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی کوئی ایسی حرکت کرے جو فسق کی حد میں آتی ہو تو حج کی برکت سے اس کے سارے گناہ معاف کردیے جائیں گے اور وہ گناہوں سے بالکل ایسا پاک وصاف ہو کر واپس ہوگا جیسا کہ وہ اپنی پیدائش کے دن بے گناہ تھا۔اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے یہ دولت نصیب فرمائے۔

Burger Shack
07

حقیقی دوست

حضرت مولانا عبدالستار حفظہ اللہ

میرے معزز دوستو! مسلمان کے اس دنیا میں تین عزیز' تین دوست ہیں۔ جو اسے اس زندگی میں کام آتے ہیں۔ ایک عزیز مال کی شکل میں ہے' جس اس کے کام بنتے ہیں۔ اور انسان کو اس دوست کی بڑی فکر رہتی ہے۔ یہ اس کی مدد کرتا ہے' اس سے اس کے کام نکلتے ہیں اور اس کی ضروریات پوری ہوتی ہیں۔ ایک مال ہے۔

دوسرا عزیز اس کا جب یہ بچہ ہوتا ہے تو اس کے ماں باپ ہیں' بڑا ہوتا ہے تو اسکی بیوی بچے ہیں۔ یہ عزیز اس کی مشکل میں اس کا ساتھ دیتے ہیں۔ جب یہ چھوٹا ہوتا ہے تو ماں باپ سنبھال لیتے ہیں اور جب یہ بڑا ہو جاتا ہے تو اس کی بیوی بچے اسے سنبھال لیتے ہیں۔ یہ اس کے عزیز ہیں' دوست ہیں جو اسے سنبھال لیتے ہیں۔ اس کی زندگی میں جو تیسرا اس کا دوست ہے' عزیز ہے وہ اس کی نیکی ہے' اعمال صالحہ ہیں یہ بھی اسے نفع پہنچاتے ہیں۔ اسے بسا اوقات پتا نہیں لگتا۔ لیکن یہ اگر اعمال صالحہ کر رہا ہے تو یہ بھی اس کی زندگی میں اثر انداز ہوتے ہیں۔ اور یہ اعمال بھی اسے نفع پہنچاتے ہیں جیسے اللہ کہہ رہا ہے کہ **وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ** جب اس نے صدقے کی نیکی کی تو اللہ نے اس کا مال بڑھا دیا۔ کہنے والا اللہ ہے تو سچ ہی ہے نا۔ اور اللہ سے بڑا سچا کوئی نہیں۔ اور اللہ کہہ رہا ہے کہ **وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ** کہ صدقات سے اس کا مال بڑھ جاتا ہے۔ کہنے والا اللہ کا نبی ہے وہ کہہ رہا ہے کہ حسنوا اموالکم بالزکوۃ جیسے اس کے مال کی حفاظت اس کی اولاد کرتی ہے' اس کی بیوی کرتی ہے تو اللہ کا سچا بنی کہہ رہا ہے اسی طرح اگر اس نے زکوۃ والی نیکی کی تو اس سے اس کا مال محفوظ ہو جاتا ہے۔ جیسے یہ پیسے کے ذریعے دوائی خریدتا ہے' ڈاکٹر کے پاس جاتا ہے' سواری پر سوار ہو کر اپنی حاجت پوری کرتا ہے' مریض کو لے کر جاتا ہے' تو مال اس کے کام آتا ہے۔ ایسے ہی اللہ کے سچے بنی صلی اللہ علیہ وسلم بتا گئے کہ صدقے والی نیکی بھی مریضوں کے لیے دوائی کا کام کرتی ہے۔ تو ایک اس کی زندگی کا عزیز اور دوست' اس کا مال ہے' دوسرا دوست اس کے ماں باپ ہیں' گھر کے دوسرے افراد ہیں' اور تیسرا اس کی زندگی کا ساتھ دینے والا اس کی نیکی ہے' اعمال صالحہ ہیں۔ اب یہ بڑی عمر کا ہو گیا' اب اس کے بچے اس کی حفاظت کا خیال کرتے ہیں۔ اس پر کوئی مصیبت نہ آئے' اس پر کوئی آنچ نہ آئے۔ کوئی جراثیم نہ پہنچے' کوئی بیماری نہ پہنچے اسے۔ کوئی وائرس اس تک نہ پہنچے' اس طرح اس کی حفاظت کرتے ہیں اس کے بچے۔ تو اللہ کے بنی فرمانے لگے کہ اس کے پاس یہ مانگنے والی نیکی موجود ہے۔ اللہ کے سامنے اسے گڑگڑانا آتا ہے' اور اللہ کے سامنے یہ التجا کرتا رہتا ہے' تو یہ چیز بھی اس کو آنے والی مصیبتوں سے محفوظ کر دیتی ہے۔ مصیبتیں آ ہی ہیں' پریشانیاں آ رہی ہیں' آزمائشیں آ رہی ہیں۔ اور اس کے پاس ایک نیکی ہے' کہ اللہ سے مانگنے کلا اسے ڈھنگ آتا ہے' اس کے سامنے گڑگڑاتا رہتا ہے' اس کے سامنے التجائیں کرتا رہتا ہے' تو سچے نبی اپنی سچی زبان سے یہ بات کہہ گئے کہ آنے والی مصیبتوں کا راستہ روکا جا سکتا ہے' اگر تم اللہ کے سامنے گڑگڑانا شروع کر دو۔ تو جیسے مال اس کی زندگی میں اس کے کام آتا ہے' اس کے ماں باپ بچپن میں اس کے کام آتے ہیں' اس کے بڑھاپے میں اس کی اولاد' اس کے اہل و عیال اس کے کام آتے ہیں' ایسے ہی اس کی زندگی میں اثر انداز ہونے والی چیز اس کے اعمال بھی ہیں' بل کہ قرآن میں اس بات کا تذکرہ فرمایا کہ یہ نیکی صرف اس کی زندگی تک اس کے کام نہیں آتی بل کہ اس کی نسلوں تک کا بھی تحفظ اس نیکی کی بدولت ہوتا ہے جو یہ باپ کر رہا ہوتا ہے۔ **وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ فَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا**۔ قرآن کی آیت ہے' حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ بھوکے پیاسے اس گرتی ہوئی دیوار کو کھڑا کر رہے' ایک مزدوری کر رہے ہے اور ایک مستری بنے ہوئے ہیں۔ ایک پتھر لا رہے ہے اور ایک پتھر کو ترتیب سے دیوار پر رکھ رہے' دو نبی مل کر یہ محنت مزدوری کر رہے' پوچھا گیا کہ اس کی وجہ کیا ہے؟ کونسی ایسی خصوصیت ہے اس دیوار کی کہ دو نبی اس دیوار کی تعمیر کر رہے ہیں۔ نہ یہ دیوار ان کی' نہ یہ بستی ان کی' نہ یہ علاقہ ان کا' نہ یہ خاندان ان کا' **وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ فَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا**۔ تو خبر یہ ملی کہ اس دیوار کے نیچے خزانہ گڑا ہوا ہے اور یہ بچے چھوٹے ہیں جب یہ جوان ہوں گے تو اپنا خزانہ خود اپنے ہاتھوں سے لے لیں گے' کہیں یہ خزانہ ضائع نہ ہو جائے' ان بچوں کی کیا خصوصیت ہے؟ اس بستی میں اور بھی بچے ہیں' مگر ان بچوں کی ایسی کیا خصوصیت ہے کہ ان کے دفینے کی حفاظت کے لیے دو نبی محنت کر رہے ہیں' آگے فرمایا کہ "**وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا** کہ ان کے ابا نیک تھے۔ تو میرے عزیزو! مال سے نفع ہر شخص کو نظر آتا ہے' اس لیے آج کے انسان کو اس کے کمانے میں بڑا ذوق و شوق ہے اور اس کے لیے بڑی محنت ہے اور بد قسمتی سے مادیت کی اس دنیا کے اندر دکھایا یہ جا رہا ہے کہ مال سے زندگی بنتی ہے اور اسی سے اسٹیٹس بنتا ہے اور اسی سے عزت بنتی ہے' اسی کلیے اس کے کمانے میں بڑا ذوق و شوق ہے۔ مگر یہ آنکھوں سے نظر آ رہا ہے' کانوں سے ہمیں یہ سنایا جا رہا ہے' دل و دماغ میں یہ بات بٹھائی جا رہی ہے' اس لیے اس کے کمانے میں بڑا ذوق و شوق ہے' اور یہ محنت بڑی کاوشیں ہیں' اسی لیے اولاد کا بھی بڑا خیال رکھا جاتا ہے کہ کام آئی گی یہ بڑھاپے میں' کسی گھر کے اندر گھر والوں کی بھی اہمیت ہوتی ہے' کہ سہارا بنیں گے زندگی میں' لیکن میرے عزیزو! نیکی کا بھی نفع ہوتا ہے اس زندگی میں' بد قسمتی سے دل کی آنکھیں وہ آنکھیں نہیں رہین کہ جس سے نیکی کا وہ نفع بھی نظر آتا ہو' ان آنکھوں کے اندر وہ بینائی ہی ختم ہو چکی ہے' اس لیے نیکیوں کا نفع قرآن میں تو ہے' حدیث میں تو ہے' لیکن اب وہ اندر کی روشنی نہیں رہی جو ہمارے اندر نیکیوں کا ذوق و شوق پیدا کرے' اس سے بھی زندگی بن سکتی ہے' حالاں کہ میری آنکھوں کا تجربہ غلط ہو سکتا ہے کہ بہت سارے مال دار ہیں لیکن انہیں مال نفع نہیں پہنچاتا' لیکن میرے عزیزو! جس دوست کی خبر اللہ تعالیٰ نے دی ہے اور جس دوست کے نفع کی خبر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے' وہ تعلق تجربہ سے نہیں ہے'' وہ تعلق میری آنکھوں کے دیکھنے سے نہیں ہے' وہ تو اللہ تعالیٰ بتا رہا ہے' اور اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بتا رہا ہے کہ وہ دوست کبھی دھوکہ نہیں دے سکتا۔ مال اپنا اثر چھوڑ سکتا ہے' اہل و عیال آپ کو چھوڑ سکتے ہیں مصیبت کی گھڑی میں' لیکن اگر زندگی میں یہ نیکی ہے' تو یہ نیکی مشکل میں نہیں چھوڑ سکتی' اور پھر اس نیکی کی زندگی میں ایک تاثیر اور بھی ہے کہ جہاں یہ زندگی میں کام آتی ہے' وہیں یہ برزخ میں بھی کام آتی ہے۔ برزخ کہتے ہیں مرنے کے بعد اور محشر میں اٹھنے سے پہلے کی زندگی کو۔ اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بتا گئے کہ جب یہ قبر میں جانے لگتا ہے تو خوبصورت شکل میں ایک انسان اس سے انس پیدا کرنے کے لیے۔ ورنہ تصور کیجئے کہ تنہائی' رات' اور اوپر منوں مٹی کا اور یہ اس کے اندر' تنہائی اور تاریکی اور وہاں کوئی اژدھا آجائے جو اس کو ڈسنے لگ جائے' اس کے بالمقابل یہ نیکی اس کے کتنے کام آئے گی وہاں' اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بتا گئے کہ اگر کوئی مصیبت کی شکل اس کے سر کی طرف سے آئے تو قرآن کی نیکی اس کا تحفظ کرے گی۔ اگر کوئی بدی کی مصیبت اور عذاب دائیں طرف سے آئے تو نماز کی نیکی اس کی محافظ بن جائے گی۔ اگر کوئی مصیبت اور پریشانی بائیں طرف سے آئے تو روزہ آڑ بن جائے گا۔ اور اگر کوئی مصیبت پاؤں کی طرف سے آئے گی تو صدقہ و خیرات کی نیکی اس کی حفاظت کرے گی۔ یوں یہ نیکیاں اس کو اپنی حفاظت میں لے لیتی ہیں۔

حضرات صحابہ کرامؓ کو اس نیکی سے تعلق اور اس پر اعتماد اتنا تھا اور اس کی قدر و قیمت کا احساس اتنا زیادہ تھا کہ یا تو وہ اپنی پوری ہمت استعمال کر کے اس نیکی کو اختیار کر لیتے اور کبھی ان سے کوئی نیکی چوک جاتی تو بڑی حسرت کرتے اور بہت افسردہ ہوتے۔ وہ قدر دان تھے اور انہیں یہ اندازہ تھا کہ اس نیکی کی کیا قیمت ہے۔ تو میرے عزیزو! اللہ تعالیٰ بڑے کریم ہیں۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت اللہ تعالیٰ نے اس امت کو خاص انعامات دیے ہیں کہ زندگی تھوڑی ہے اور وقت تھوڑا ہے' لیکن اللہ تعالیٰ نے اس تھوڑی سی زندگی میں کچھ ایسی گھڑیاں' کچھ ایسی راتیں اور کچھ ایسے اوقات رکھ دیے ہیں' اگر مسلمان ان اوقات اور گھڑیوں میں ذوق و شوق سے نیکیاں کر لے تو اللہ تعالیٰ اسے وہ دیتا ہے جو پہلی قوموں کو سالوں میں دیتا تھا' وہ سب اللہ تعالیٰ اسے صرف ایک رات میں دے دیتا ہے۔ ذی الحجہ کے پہلے دس دنوں میں ایک روزہ رکھنا ایسا ہے' جیسے اس نے پورا سال روزے رکھے ہوں۔ یہ اللہ کے نوازنے کے انداز ہیں اور اس امت کی جھولیاں بھرنے کے انداز ہیں۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمان عرفہ کے دن روزہ رکھتا ہے' تو اللہ تعالیٰ اس کے ایک سال پہلے کے اور ایک سال بعد کے اس کے تمام صغیرہ گناہ معاف فرما دیتے ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی نیکی جو ان غیر دنوں میں کی جائے' وہ اتنی مقبول اور محبوب نہیں ہو سکتی جو ذوالحجہ کے شروع کے ان دس دنوں میں کی جائے۔ کسی پوچھا کہ یا رسول اللہ! جہاد بھی' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں! جہاد سے بھی بڑھ کر ہے ان دنوں میں نیکی کرنا۔ ایسا عظیم الشان موسم ہے' اللہ ہمیں اس کا ذوق نصیب فرمادے۔

تکبیراتِ تشریق

محمد مشتاق

تکبیراتِ تشریق کی وجہ تسمیہ

لوگ قربانی کے ایام میں گوشت کو چربی سے صاف کر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے تھے پھر انھیں ٹکڑوں کو دھوپ میں سکھا دیتے تھے 'تاکہ گوشت خراب اور سڑنے سے محفوظ ہو کر کھانے کے قابل رہے۔تو جو گوشت دھوپ میں سکھاتے تھے اسے ''تشریق اللحم'' کہتے ہیں۔اسی مناسبت سے ان ایام کو' ایامِ تشریق'' کہتے ہیں اور ان ایام میں پڑھی جانے والی تکبیرات کو ''تکبیراتِ تشریق'' کہتے ہیں۔(شامی 177/2)(البحرالرائق 164/2)

تکبیراتِ تشریق کا آغاز

تکبیراتِ تشریق تین بستودہ صفات ہستیوں کے کلام کا مجموعہ ہے۔جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے لختِ جگر کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ذبح کر رہے تھے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام جنت سے ان کا فدیہ لے کر پہنچے تو انھیں اس بات کا خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام ذبح کرنے میں جلدی نہ کر دیں تو اس وقت آپ نے یہ کلمات 'اللہ اکبر،اللہ اکبر' کہے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو تشریف لاتے ہوئے دیکھا تو آپ نے یہ کلمات 'لا الٰہ الّا اللہ واللہ اکبر' کہے اور جب حضرت اسماعیل علیہ السلام کو فدیہ آنے کی اطلاع ہوئی تو آپ نے یہ کلمات 'اللہ اکبر وللہ الحمد' کہے۔(البحرالرائق 2/165'البنایۃ 387/3)

تکبیرِ تشریق کے الفاظ: تکبیرِ تشریق کے الفاظ یہ ہیں: اَللّٰہُ اَکْبَرُ،اَللّٰہُ اَکْبَرُ،لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ،وَاللّٰہُ اَکْبَرُ،اَللّٰہُ اَکْبَرُ،وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ(ہندیہ 152/1)

تکبیرِ تشریق کے اوقات

1)نویں ذوالحجہ کی فجر سے لے کر تیرھویں تاریخ کی عصر تک 'ہر نماز کے فوراً بعد تکبیرِ تشریق پڑھنا واجب ہے۔(ایضاً)

2)جس طرح تکبیرِ تشریق پڑھنا مردوں پر واجب ہے اسی طرح عورتوں پر بھی پڑھنا واجب ہے 'البتہ مرد حضرات درمیانی آواز میں پڑھیں اور عورتیں آہستہ آواز میں۔(شامی 2 180/)

3) تکبیرِ تشریق پڑھنا مقیم' مسافر' شہری' دیہاتی' باجماعت اور تنہا نماز پڑھنے والے سب پر واجب ہے۔(ہندیۃ 1 152/'بحرالرائق 152/2)

4) نمازِ عید کے بعد بھی تکبیرِ تشریق پڑھنا واجب ہے۔(ہندیۃ 152/1)

5) تکبیرِ تشریق کہنے کا وقت نماز کے فوراً بعد ہے 'مگر کسی شخص نے نماز کے فوراً بعد تکبیر نہیں کہی 'مگر نماز کے منافی عمل بھی نہیں کیا مثلاً گفتگو بھی نہیں کی یا جان بوجھ کر وضو بھی نہیں توڑا وغیرہ تو یاد آنے پر تکبیر کہنا لازم ہے اور اگر نماز کے منافی عمل ہو تو تکبیر کہنا ساقط ہو گئی 'البتہ اس شخص پر توبہ واستغفار کرنا لازم ہے۔(بدائع الضائع 192/1'البحر الرائق 152/2)

6)ایک ہی دفعہ تکبیر کہنا لازم ہے اس سے زیادہ واجب نہیں البتہ بعض لوگ تین دفعہ پڑھنے کو لازم سمجھتے ہیں اس کی کوئی حقیقت نہیں۔(ہندیۃ 1 152/'شامی 177/2)

7) تکبیر متوسط آواز میں پڑھنا واجب ہے۔(شامی 1802/)

8) بہت سے لوگ بہت ہی زیادہ بلند آواز میں یا بالکل آہستہ آواز میں تکبیر کی ادائیگی کر کے غفلت کا شکار ہوتے ہیں' یہ نامناسب طریقہ ہے 'اس کی اشد اصلاح کی ضرورت ہے۔اگر کسی شخص کی ایامِ تشریق میں نمازیں چھوٹ گئیں اور وہ انھیں ایام میں ادا کر رہا ہو تو اس شخص کے لیے اس نماز کی ادائیگی کے بعد تکبیر کہنا لازم ہے۔(ہندیۃ 152/1)

9)اگر ایامِ تشریق سے قبل کی قضا نمازیں انھیں ایام میں ادا کر رہا ہو یا ان ایامِ تشریق کی قضا نمازیں ایامِ تشریق کے گذرنے کے بعد پڑھتا ہو تو پھر بھی تکبیرِ تشریق واجب نہیں۔(البحر الرائق 2)

10)اگر امام صاحب تکبیر کہنا بھول جائیں تو مقتدیوں کو چاہیے کہ فوراً تکبیر کہہ دیں'امام صاحب کا انتظار نہ کریں۔(شامی 2)

11)مسبوق(یعنی جس کی ایک دو رکعتیں چھوٹ گئیں ہوں)پر بھی اپنی نماز پوری کر لینے کے بعد تکبیر کہنا لازم ہے۔(ایضاً)

Shangrilla
11

خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

محمد حذیفہ رفیق

ابو بکر

احمد بن علی بغدادی اپنے وقت کے محدّث، حافظِ حدیث اور امام تھے۔آپ کی پیدائش جمادی الاخری 392 ہجری میں ہوئی۔ آپ کے والد بغداد کے قریب ایک گاؤں ”درزیجان“ میں خطیب تھے۔آپ نے تعلیم کی ابتدا بغداد میں کی۔ علمِ قرات، علمِ فقہ وغیرہ علوم حاصل کیے اور بالخصوص علمِ حدیث میں مہارت حاصل کی۔ مؤتمن ساجی کہتے ہیں کہ بغداد میں دارِقطنی کے بعد خطیب بغدادی جیسا حافظِ حدیث پیدا نہیں ہوا۔ابو علی بردانی کہتے ہیں کہ مجھے نہیں لگتا کہ خطیب بغدادی نے اپنے جیسا کوئی عالم دیکھا ہو۔ایک دفعہ فرمایا: وہ اپنے وقت کے حافظِ حدیث تھے۔ میں نے ایسی شخصیت نہیں دیکھی اور میرے خیال میں انہوں نے بھی اپنے جیسا آدمی نہیں دیکھا ہوگا۔

علم کی طلب کا یہ حال تھا کہ راستے میں چلتے ہوئے ہاتھ میں کتاب تھامے اس کا مطالعہ کرتے تھے۔ حدیث کے حصول کی خاطر مختلف علاقوں کا سفر کیا جس میں نیشاپور، بصرہ، کوفہ، اصفہان، ہمدان، ری اور دمشق وغیرہ شامل ہیں۔

آپ کے شیخ ابوالقاسم الازھری نے بھی آپ سے حدیث سنیں اور اسی طرح آپ کے ایک اور شیخ برقانی نے بھی آپ سے روایات لکھیں اور استفادہ حاصل کیا۔ یہ ان محدّثین کا عام معمول تھا کہ علم حاصل کرنے کے لیے اپنے سے چھوٹے کے پاس جانے اور اپنے شاگردوں سے استفادہ حاصل کرنے میں بھی عار محسوس نہیں کرتے تھے۔

ایک دفعہ امیر المؤمنین کے پاس ایک یہودی آیا جس کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط تھا اور اس میں خیبر کے یہودیوں سے جزیہ ختم کرنے کا حکم تھا۔ (جب کہ اس زمانے میں یہودیوں سے معاہدہ کے موافق معین مقدار میں غلہ وصول کیا جاتا تھا۔) اور اس خط میں مختلف صحابہ کی گواہیاں شامل تھیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی لکھائی معلوم ہوتی تھی۔ خلیفۂ وقت نے خطیب بغدادی کو دربار میں طلب کیا۔آپ نے وہ خط دیکھا اور تھوڑی دیر کے بعد خلیفہ سے کہا کہ یہ سراسر جھوٹ ہے۔

لوگوں نے پوچھا کہ کیا دلیل ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ اس خط میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بھی گواہی موجود ہے جب کہ وہ فتح مکہ کے سال میں اسلام لائے تھے (یعنی 9 ہجری میں) اور خیبر 7 ہجری کو فتح ہوا تھا اور اسی طرح حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی بھی گواہی موجود ہے جو بنی قریظہ کے فیصلہ کے بعد (یعنی خیبر سے دو سال پہلے ہی) انتقال کر گئے تھے۔ یہ سن کر خلیفہ کا چہرہ کھل اٹھا اور یہودیوں کی دغا بازیاں عیاں ہو گئیں۔

آپ حدیث کی عبارت بھی بہت تیز پڑھتے تھے اور ایک دفعہ آپ نے صحیح بخاری صرف تین دن میں پڑھ لی تھی۔آپ کے حج کے ساتھی بیان کرتے ہیں کہ سفر کے دوران ایک قرآن روزانہ ترتیل کے ساتھ (آداب کی رعایت رکھتے ہوئے) ختم کر لیتے تھے۔اس کے بعد وہ اپنی سواری پر سوار ہوتے تھے اور لوگ جمع ہو جاتے تھے اور حدیث سنانے کی درخواست کرتے تھے تو آپ حدیث بیان کرتے تھے۔ اسی طرح دمشق سے بغداد جاتے

ہوئے بھی آپ روزانہ دن اور رات میں ایک قرآن ختم کر لیتے تھے۔

درحقیقت یہی وہ اعمال ہوتے ہیں کہ جن کے ذریعہ انسان کو اللہ کے یہاں مقبولیت حاصل ہوتی ہے، ورنہ بہت سے لوگ ایسے گزرے ہیں کہ جن کے سینوں میں علم کے سمندر محفوظ تھے اور وہ اسے لے کر قبر میں جا پہنچے اور اس سے قابل ذکر فائدہ نہ خود انہیں ہوا اور نہ ہی لوگوں کو اس سے کوئی نفع پہنچا سکے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ”اللہ تعالیٰ اس کتاب (یعنی قرآن) کے ذریعہ کتنے ہی لوگوں کو بلند مرتبے عطا فرماتا ہے اور اس کتاب کی ناقدری کی وجہ سے پست و ذلیل کرتا ہے۔“ (صحیح مسلم) اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے علم نافع مانگا کرتے تھے اور علم غیر نافع سے پناہ مانگا کرتے تھے۔

آپ کے استغنا اور دنیا سے بے رغبتی کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ مسجد میں اپنے مصلے پر تشریف فرما تھے کہ حضرت علی رضی اللہ کے خاندان کا ایک شخص داخل ہوا (یعنی اونچے نسب اور بڑی حیثیت والا آدمی تھا۔) اس کے پاس تھیلی میں کچھ دینار تھے۔اس نے کہا: ”حضرت! یہ آپ کے لیے ہیں، آپ کو کام آئیں گے۔“ خطیب کے ماتھے پر بل آگیا۔آپ نے غصیلے لہجے میں کہا: ”مجھے اس کی ضرورت نہیں۔“ اس نے کہا: ”لگتا ہے کہ آپ سمجھ رہے ہیں کہ یہ دینار کم ہیں؟“

یہ کہہ کر اس نے تھیلی خطیب کے مصلے پر الٹ دی اور کہا کہ حضرت! یہ 3 سو دینار ہیں۔“ اس بار خطیب کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔آپ نے زور سے اپنا مصلی کھینچا اور دینار مسجد میں پھیل گئے۔ پھر آپ وہاں سے چل دیے۔

راوی کہتے ہیں کہ وہ عجیب منظر تھا کہ وہ علوی شخص کتنے فخر سے آیا تھا اور بعد میں وہ مسجد کی چٹائی کے چھیدوں سے ایک ایک دینار چن رہا تھا۔

یہ علماء کی سنت رہی ہے کہ ان کا دل ہمیشہ اہلِ دنیا سے غنی ہی رہتا ہے۔ جس شخص کو یہ استغنا نصیب نہیں ہوا، اسے اپنے اوپر محنت کرنی چاہیے۔

آپ حج کے لیے تشریف لے گئے اور آپ نے وہاں زم زم پر پہنچ کر تین گھونٹ پیئے اور تین دعائیں کیں:

1... اللہ تعالیٰ آپ کو بغداد میں ”تاریخِ بغداد“ (یہ ان کی اپنی تصنیف ہے) کا درس دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

2... بغداد کی جامع مسجد ”جامع منصور“ میں اللہ تعالیٰ حدیث کی مسند پر بٹھا کر حدیث سنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

3... آپ کی قبر بشر حافی رحمہ اللہ کے پڑوس میں بنے۔

اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی تینوں دعائیں قبول فرمائیں۔آپ کی آخری دعا قبول ہونے کا عجیب واقعہ ہے: ان کے زمانے میں ایک بزرگ تھے۔ ان کا نام ابو بکر بن زھراء تھا۔انہوں نے بشر حافی کے برابر میں اپنے لیے قبر کھودی تھی۔ ہفتہ میں ایک دن وہاں جاتے اور وہاں بیٹھ کر قرآن پاک کی تلاوت کرتے اور اس قبر میں لیٹ کر مراقبہ کرتے تھے۔ جب خطیب بغدادی کا انتقال ہوا اور ان کی وصیت کے مطابق ان کو دفن کرنے کا ارادہ کیا گیا تو ان کے شاگرد ابن زھراء کے پاس آئے اور ان سے درخواست کی کہ وہ اس قبر میں خطیب کے دفن ہونے کی اجازت مرحمت فرمادیں۔ اس بزرگ نے انکار کر دیا اور کہا کہ یہ جگہ میں نے اپنے لیے تیار کی ہے اور یہ میں کیسے کسی کو دے دوں؟“ چناں چہ ان کے شاگرد اس وقت کے ایک اور بزرگ ابو سعد کے پاس گئے اور ان سے درخواست کی کہ آپ سفارش کر دیں۔ شاید ابن زھرا مان جائیں۔

انہوں نے ابن زھرا کو بلایا اور ان سے کہا کہ ”میں آپ سے یہ تو نہیں کہتا کہ آپ یہ قبر ان کو دے دیں، مگر یہ ضرور کہتا ہوں کہ اگر اس وقت بشر حافی حیات ہوتے اور آپ ان کی مجلس میں ان کے برابر میں بیٹھے ہوتے اور اس اثنا میں خطیب بغدادی مجلس میں تشریف لاتے اور وہ پیچھے بیٹھنے لگتے تو کیا آپ ان کو پیچھے بیٹھنے دیتے یا آگے بلا کر ان کے لیے اپنی جگہ خالی چھوڑ دیتے؟“

انہوں نے کہا کہ ”نہیں! میں اپنی جگہ ان کے لیے چھوڑ دیتا۔“ اس پر ابو سعد نے کہا کہ ”چناں چہ ان کی وفات کے بعد بھی آپ یہی معاملہ ان کے ساتھ کر لیں تو اچھا ہے۔“ اس پر وہ راضی ہو گئے اور اجازت مرحمت فرمادی۔

آپ نے تصانیف کا ایک بڑا ذخیرہ چھوڑا، جن کی تعداد 55 سے متجاوز ہے اور ان میں سے بہت سی کتابیں چھپ بھی چکی ہیں۔ چوں کہ آپ کی کوئی اولاد نہیں تھی، اس لیے آپ نے اپنی موت سے پہلے کتابوں کو وقف کر دیا تھا اور اپنے مال کا بیشتر حصہ اپنی زندگی میں ہی محدِّثین اور طلبا میں تقسیم فرما دیا تھا۔

آپ نصف رمضان المبارک 463 ہجری میں بیمار ہوئے۔ اس کے بعد آپ کی بیماری بڑھتی ہی چلی گئی۔ یہاں تک کہ 7 ذی الحجہ بروز پیر 463 ہجری کو علم و فضل کا یہ آفتاب غروب ہو گیا۔آپ کے جنازے میں شہر کے قاضی القضاۃ، شرفا، فقہا، محدّثین اور عوام کے جم غفیر نے شرکت کی اور لوگ یوں کہہ رہے تھے:

”یہ وہ شخص تھا کہ جس نے اپنی پوری زندگی حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں گزار دی۔“ کسی بزرگ نے وفات کے بعد آپ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ کیا حال ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ ”میں راحتوں، خوشبوؤں اور مہک میں ہوں اور نعمتوں کے باغ میں ہوں۔“

اسی طرح ایک فقیہ حسن بن احمد فرماتے ہیں: میں نے خطیب کو خواب میں دیکھا۔ وہ سفید پوشاک زیب تن ہیں اور ان کے سر پر سفید عمامہ ہے اور آپ مسکرا رہے ہیں۔ پھر شاید میں نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ یا انہوں نے خود بتایا کہ اللہ نے میری مغفرت فرمادی اور مجھے اپنی رحمت میں ڈھانپ لیا۔ اور جو بھی اسلام لے کر اللہ کے پاس حاضر ہوگا، اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادیں گے اور رحم کا معاملہ فرمائیں گے، پس خوشخبری ہو تم سب کو۔“

خطیب بغدادی نے بعض علما کے بارے میں سخت جملے بھی کہے جس کی وجہ سے مختلف طبقے کے علما نے ان پر رد بھی کیا، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس وجہ سے ان کے عظیم کارناموں کو اور گراں قدر تصنیفات کو نظر انداز کر دیا جائے۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: ”ہر شخص کی کچھ باتیں قبول کی جاتی ہیں اور کچھ رد کر دی جاتی ہیں سوائے اس قبر والے کے۔“ (جامع بیان العلم، ابن عبد البر)

چناں چہ بالجملہ وہ بہت عظیم شخص تھے اور انہوں نے اسلام اور علم حدیث کے لیے بڑی خدمات سر انجام دیں اور اب ہمارے درمیان ان کی تصنیفات موجود ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم ان سے خوب استفادہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کے درجات پیہم بلند فرمائے۔ آمین

Arabian
15

قربانی ہی قربانی

محمد مشتاق

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ”ہماری انبیا کی جماعت اپنے اپنے مرتبوں کے اعتبار سے امتحان اور آزمائش میں ڈالی جاتی ہے۔“

جب اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے اکلوتے بیٹے کو قربان کر دینے کا حکم دیا تو سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے لختِ جگر کو اللہ تعالیٰ کا حکم سنایا تو وہ فوراً بول پڑے: ”اے میرے ابّا جان! آپ کو جس چیز کا حکم دیا گیا ہے اسے کر گزریے۔ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔“

پیارے ابا جان نے جب اپنے نیک سیرت بیٹے کا یہ جذبہ دیکھا تو انھیں آپ بیابان کی طرف لے گئے ۔جنگل میں پہنچ کر معصوم بچے کو راہِ خدا میں قربان کرنے کے لیے پیشانی کے بَل لٹایا اور چھری تیز کی۔بیٹا اتنا نیک دل تھا کہ ہِلنے جُلنے کا نام نہیں لیتا تھا اور ذرا سی بھی چوں چراں نہ کی۔اللہ کی راہ میں قربان ہونے کے لیے اپنے آپ کو قربانی کے طور پر پیش کر دیا تاکہ مجھے اپنے رب کی خوش نودی مل جائے‘ چناں چہ چھری تیز کی اور گردن مبارک پر چلانے لگے‘ مگر چھری گلا کاٹنے میں اللہ کے حکم کی منتظر تھی۔آخر کار حضرت جبرائیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ پیغام لے کر تشریف لے آئے اور کہا کہ ”ہم نے آپ کی قربانی کو شرفِ قبولیت سے نواز دیا ہے۔“حضرت جبرائیل علیہ السلام جنت سے اپنے ساتھ مینڈھا لے آئے تھے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے لختِ جگر کو ہٹادیا اور ان کی جگہ پر مینڈھے کو لٹادیا۔سارے معاملات کے بعد چھری پر بھی حکمِ خداوندی متوجہ ہونے لگا کہ اب گلا کاٹ۔ گلا کٹا تو مینڈھا ہی کٹا تھا۔اسی دن سے حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا خطاب خلیل اللہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذبیح اللہ مقرر ہوا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ ادا اور قربانی‘ اللہ تعالیٰ کے حضور اتنی مقبولیت کا درجہ حاصل کر گئی کہ رہتی دنیا تک کے مسلمانوں کو یہ حکم دے دیا گیا کہ ”صاحبِ استطاعت احباب ذوالحجہ کی دسویں تاریخ سے تیرہویں تاریخ تک قربانی کیا کریں اور ان ایّام کو عید یعنی خوشی کے دن قرار دیے گئے اور حقیقت میں تمام عالمِ اسلام ذوالحجہ کی دسویں تاریخ کو اللہ کے حضور قربانی پیش کیا کرتیں ہیں۔“

اس سے قبل دو امتحان اور ہو چکے تھے۔انھیں آگ میں ڈالا گیا مگر آگ اپنا کام پورا کرنے میں اللہ کے حکم کی محتاج تھی‘ چناں چہ اللہ کا حکم آگ میں آپڑا کہ ”اے آگ ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا حضرت ابراہیم علیہ السلام پر۔“اس بڑی آزمائش میں بھی وہ پورے اترے اور صبر کا دامن نہیں چھوڑا۔پھر انھیں حکم ملا کہ اپنی زوجہ محترمہ اور پیارے بیٹے کو فاران کی بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ آؤ۔اس امتحان کو بھی بحکمِ خداوندی پورا کیا ۔پھر چشمِ فلک نے یہ حیران کن نظارہ بھی دیکھا کہ ایک بچہ پیاس کی شدت میں بے قرار ہے اور ماں صفا و مروہ پہاڑی پر چکر کاٹتی ہے۔بچہ ایڑیاں رگڑتا ہے اور اس مقام پر حضرت جبرائیل علیہ السلام کا پر لگتا ہے اور چشمہ ابل پڑتا ہے۔بچہ سیراب ہو جاتا ہے ‘چشمہ زمزم کا لقب اختیار کر جاتا ہے ‘اللہ کے حضور یہ عمل بھی مقبولیت اختیار کر گیا کہ قیامت تک آنے والا ہر مسلمان بوڑھا ہو یا جوان ‘مرد ہو یا عورت ‘ہر ایک شرعاً سعی کرنے کا پابند ہے اس کے بغیر حج کامل نہیں ہوتا۔

اس سے کچھ باتیں معلوم ہوئیں:

- حکمِ خداوندی کی پاسداری میں انسان ہمہ تن کوشاں رہے اگرچہ حکمِ ربّانی عقل کے خلاف ہی کیوں نہ معلوم ہو رہا ہو۔
- جو انسان حکمِ خداوندی کو پورا کرتا ہے تو اسے بڑی بڑی نعمتوں سے بھی نوازا جاتا ہے۔
- جو انسان راہِ خداوندی میں مر مٹنا جانتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا نام روشن کر دیتے ہیں کہ رہتی دنیا تک باقی رہتا ہے۔

سلم
تجارت کا ایک اسلامی طریقہ کار

غلام عباس

سَلَم ایک معروف شرعی اصطلاح ہے جس سے مراد لین دین اور خرید و فروخت کی وہ قسم ہے جس میں ایک شخص یہ ذمہ داری قبول کرتا ہے کہ وہ مستقبل کی فلاں تاریخ پر خریدار کو ان صفات کی حامل فلاں چیز مہیا کرے گا۔ سَلَم کے لغوی معنٰی ہیں تسلیم یعنی سپرد کرنا' سونپنا۔

شریعت میں سلم سے مراد خرید و فروخت کی وہ صورت ہے کہ جس میں اس چیز کی قیمت کنٹریکٹ کرتے وقت دے دی جاتی ہے اور وہ چیز بعد میں ڈیلیور کی جاتی ہے۔

اس قسم کی تجارت متعدد شرائط کے ساتھ جائز ہے' چونکہ اس ٹرانزیکشن میں قیمت فوراً سپرد کی جاتی ہے اس لیے اس کو سلم کہا جاتا ہے'

اسے بیع سلف یعنی ادھار کی بیع بھی کہتے ہیں کہ مال مبیع (SubjectMatter) اس میں ادھار ہوتا ہے۔

سَلم میں جس چیز کو خریدا جاتا ہے وہ بائع یعنی بیچنے والے کے ذمہ دین (Laiblity) ہے اور مشتری قیمتِ کو فی الحال ادا کرتا ہے۔

خریدار کو رب السّلم اور مسلِم کہتے ہیں۔ بیچنے والے کو مسلم الیہ کہتے ہیں۔

مبیع (SubjectMatter) کو مسلم فیہ کہتے ہیں۔ ادا کی جانے والی رقم کو راس المال (Principle) کہا جاتا ہے۔

سلم کے صحیح ہونے کی شرائط

اس میں ان تمام پابندیوں کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے جو شریعت نے عام خرید و فروخت کے لئے مقرر کی ہیں' لیکن بیع سلم میں چونکہ چیز کی ڈیلیوری بعد میں ہوتی ہے تو معاملہ کو غرر (دھوکہ) سے پاک رکھنے کے لئے کچھ خاص شرطیں بھی رکھی گئی ہیں جن کو ملحوظ خاطر رکھنا بیع سلم کے صحیح ہونے کے لیے ضروری ہے۔

(1) کنٹریکٹ میں کسی قسم کا کوئی اختیار (Option) نہ ہو' نہ تو بیچنے والے کے لیے اور نہ ہی خریدنے والے کے لیے۔

(2) جو چیز سلم کے طور پر بیچی جا رہی ہے اس کا ذوات الامثال (FungibleGoods) میں سے ہونا ضروری ہے' یعنی وہ ایسی چیز ہو جس کا مثل مارکیٹ میں موجود ہو۔

(3) بیع سلم میں چونکہ چیز کی ڈیلیوری بعد میں ہوتی ہے تو اس مدت کی تعیین ضروری ہے کہ جس میں وہ چیز خریدار کے ہاتھ میں دی جائے گی۔ مدتِ حوالگی پوری طرح واضح ہونی چاہیے اگر اس میں کسی قسم کا ابہام پایا گیا تو بیع سلم درست نہیں ہو گی۔

(4) راس المال (Price) کی مقدار کا بیان یعنی اگر عقد کا تعلق اُس کی مقدار کے ساتھ ہو تو مقدار کا بیان کرنا ضروری ہو گا فقط اشارہ کر کے بتانا کافی نہیں سمجھا جائے گا مثلاً کسی تھیلی میں کچھ روپے پڑے ہیں تو یہ کہنا کافی نہیں کہ ان روپوں کے بدلے میں سَلم کرتا ہوں بلکہ ان کی مقدار کا بتانا ضروری ہو گا اور اگر عقد کا تعلق اُس کی مقدار سے نہ ہو مثلاً راس المال کپڑے کا تھان ہے یا اس طرز کی کوئی چیز ہے تو اس کی گنتی بتانے کی ضرورت نہیں اشارہ کر کے معین کر دینا کافی ہے۔

(5) بیع سلم میں تمام قیمت ایڈوانس میں دینا ضروری ہے اگر پرائس کا کچھ حصہ تو ایڈوانس دے دیا اور کچھ بعد میں دینے کا وعدہ کیا تو یہ کنٹریکٹ شرعاً درست نہیں کہلائے گا۔ اس لیے سلم کنٹریکٹ میں پوری قیمت کنٹریکٹ کرتے وقت ادا کی جائے گی۔

(6) جو چیز بیچی اور جو قیمت میں دی جا رہی ہو' دونوں کا تعلق ان اَموال سے نہ ہو جن میں فوری قبضہ کی شرط ضروری ہے جیسے چاندی کے عوض سونے کی بیع یا گندم کے بدلے گندم کا سودا کیونکہ اس قسم کے تبادلہ میں فرمان نبوی کے مطابق موقع پر قبضہ شرط ہے۔

سلم میں رَہن اور ضمانت طلب کرنا

سلم کے کنٹریکٹ میں بیچی گئی چیز چونکہ فروخت کنندہ کے ذمہ اُدھار ہوتی ہے لہٰذا خریدار حوالگی کو یقینی بنانے کے لئے رہن یا گارنٹی کا مطالبہ کر سکتا ہے۔

سلم میں چیز کی ڈیلیوری سے پہلے اس کو آگے بیچنا

سلم کے ذریعے خریدی گئی چیز جب تک خریدار کے قبضہ میں نہ آجائے' اس کو آگے فروخت نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ یہ دَین (Liability) ہے جس کو بیچنا شرعاً درست نہیں۔

حوالگی میں تاخیر پر جرمانہ

سلم کے کنٹریکٹ میں بیچی گئی چیز چونکہ فروخت کنندہ کے ذمے دَین (اُدھار) ہوتی ہے اس لیے اگر اس کی حوالگی میں کسی قسم کی تاخیر ہو جائے تو اس تاخیر پر جرمانہ عائد کرنا اس معاملے کو سود کی طرف لے جانے کا سبب بن سکتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا قول ہے جو بیع سلم کرے' وہ ادائیگی کے علاوہ کوئی شرط عائد نہ کرے ۔

اگر فروخت کنندہ تنگ دستی کی وجہ سے بروقت چیز مہیا نہ کر سکے تو اس کو آسانی ہونے تک موقع دیا جائے گا۔ اگر مطلوبہ چیز کی پیداوار کم ہونے یا بازار میں دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے بیچنے والے کے لئے بروقت سپردگی ممکن نہ ہو تو خریدار کے پاس دو طرح کا اختیار ہو گا:

1 بازار میں آسانی سے دستیاب ہونے کا انتظار کرے۔

2 کنٹریکٹ ختم کر کے اپنی رقم وصول کر لے اور اس پر کوئی جرمانہ نہیں لگائے گا کیونکہ ادھار پر جرمانہ سود کے زمرے میں آتا ہے۔

کیا سلم میں نقصان کو پورا کیا جا سکتا ہے؟

سلم کے کنٹریکٹ میں چونکہ چیز کی ڈیلیوری ایک مدت بعد ہوتی ہے تو اس چیز کا امکان موجود رہتا ہے کہ ڈیلیوری کے وقت مطلوبہ چیز کی قیمت میں کمی زیادتی ہو جائے' اگر ڈیلیوری کے بعد مارکیٹ میں اس چیز کی قیمت کم ہو گئی تو اس میں خریدار کا نقصان ہے اور اگر اس کی قیمت زیادہ ہو جائے تو بظاہر بیچنے والے کا نقصان ہے۔ اس لیے ڈیلیوری کے وقت چیز کی قیمت کچھ بھی ہو فریقین میں سے کسی کو بھی اپنے نقصان کے ازالے کی اجازت نہیں ہے جو قیمت پہلے دے دی اسی کے عوض ہی وہ چیز ڈیلیور ہو گی' مزید قیمت میں کمی و بیشی کی شرعاً اجازت نہیں ہے۔

سلم فائنانسنگ کا ایک اسلامی ذریعہ

بعض کسانوں اور مینو فیکچرز کو اپنا کاروبار چلانے کے لیے فائنانسنگ کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ ان کے پاس ضرورت کے مطابق مثلاً بیج' کھاد' آلات' خام مال خریدنے اور لیبر کے لئے رقم نہیں ہوتی۔ ایسے لوگوں کو اسلام نے یہ سہولت دی ہے کہ وہ حصول رقم کی خاطر اپنی فصل یا پیداوار قبل از وقت فروخت کر دیں تاکہ قرض کے لئے کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے بچے رہیں۔ اس اجازت کا اضافی فائدہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی چیز بیچنے کے لئے گاہگ تلاش کرنے کی فکر سے آزاد ہو جاتا ہے' کیونکہ اس کا سودا پہلے ہی ہو چکا ہوتا ہے۔ اس سے خریدار کو بھی فائدہ پہنچتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ سلم میں طے کردہ قیمت ان چیزوں کی اس قیمت سے کم ہوتی ہے جو نقد ادا کی جاتی ہو۔ نیز اگر چیز آگے بیچنا چاہتا ہو تو مارکیٹنگ کے لئے بھی مناسب وقت مل جاتا ہے۔

یاد رہے کہ سلم چونکہ عام خرید و فروخت کے اصولوں سے ہٹ کر ہے اس لیے ان شرائط کی پابندی لازمی ہے جو ہم نے اوپر بیان کی ہیں۔ کیونکہ اگر ان شرائط کا لحاظ نہ رکھا گیا تو پھر غرر اور سود کا دروازہ کھل سکتا ہے کہ جس سے اسلام نے سختی سے روکا ہے۔

اے مسلماں نماز قائم کر

روبینہ عثمان

پھول ہے گلاب کا نرمی سے توڑنا
جان چاہے چلی جائے نماز نہ چھوڑنا

نماز نہ ادا کرنے والوں کے لیے بھی وعید آئی ہے کہ ”جس کی عصر کی (ایک) نماز جاتی رہی (اُس کا اِس قدر نقصان ہوا کہ) جیسے اس کے اہل وعیال اور سارا مال ختم ہو گیا ہو۔“ صرف ایک عصر کی نماز چھوڑنے پر اتنی سخت وعید ہے تو باقی نمازوں کے چھوڑنے پر انسان کتنے خسارے میں ہو گا۔ نماز بے حیائی اور گناہوں سے روکتی ہے ‘اگر نماز پڑھنے کے باوجود ہم گناہ نہ چھوڑ رہے ہوں تو یہ ہماری نماز کے قبول نہ ہونے کی نشانی ہے۔ نماز کی قبولیت کی ایک اور مثال یہ بھی ہے کہ پہلی نماز ادا کرنے کے بعد دوسری نماز پڑھنے کا دل چاہے تو سمجھ جاؤ ہماری پہلی نماز قبول ہو گئی۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”بدترین چوری نماز کی چوری ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کوئی نماز میں بھلا کیسے چوری کرے گا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جو نماز میں رکوع اور سجدہ آرام سے نہ کرے۔“ (صحیح ابنِ حبان) نماز دل جمعی اور خشوع و خضوع سے ادا کرنی چاہیے۔ نماز میں ہر وہ کام مکروہ ہے جس کی وجہ سے نماز سے دل ہٹے۔ نماز کو خشوع و خضوع سے پڑھنے کی قرآن میں تاکید آئی ہے کہ ”وہ ایمان والے کامیاب ہوئے جو نماز میں خشوع کرنے والے ہیں۔“ نماز میں جو بھی پڑھیں توجہ سے پڑھیں۔ دل کی گہرائیوں سے اللہ رب العزت کی تعریف اور پاکی بیان کریں۔

نماز پڑھنے میں اللہ کی رضا کے ساتھ ساتھ دنیاوی فوائد بھی ہیں۔ سائنس کی جدید ریسرچ کے مطابق جب ہم نماز میں سجدہ کرتے ہیں تو دماغ کی شریانوں کی طرف خون زیادہ ہو جاتا ہے اور ویسے جسم کی کسی بھی پوزیشن میں خون دماغ تک نہیں جاتا۔ صرف سجدہ کی حالت میں دماغی اعصاب ‘آنکھوں ‘مغز اور سر کے دیگر حصوں کی طرف خون متوازن ہو جاتا ہے ‘جس کی وجہ سے دماغ اور نگاہ تیز ہو جاتے ہیں۔

جو شخص نماز میں کھڑے ہو کر کلام پاک پڑھے اسے ہر حرف پر سو نیکیاں ملتی ہیں۔ اگر بیٹھ کر پڑھے (کہ نفل نماز بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں) اسے پچاس نیکیاں ملتی ہیں اور بغیر نماز کے وُضو کے ساتھ پڑھے اسے پچیس نیکیاں ملتی ہیں اور جو بغیر نماز اور بغیر وُضو کے پڑھے اسے دس نیکیاں ملتی ہیں اور جو شخص پڑھے نہیں بل کہ صرف کان لگا کر سنے اسے بھی ایک حرف کے بدلے ایک نیکی مل جاتی ہے۔ (احیاء العلوم) اللہ ہم سب کو پانچ وقت کا نمازی بنائے اور مرتے دم تک اس پر قائم و دائم رکھے۔ آمین!

انسان کا ہر کام آسان ہو
جب دن کا پہلا کام نماز ہو

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”ترجمہ: قیامت کے دن بندے کے اعمال کا جو حساب و کتاب ہو گا ‘ان میں سب سے اوّل نماز ہو گی۔ پس اگر نماز ٹھیک نکلی تو (بندہ) کامیاب اور بامراد ہو گا اور نماز خراب نکلی تو (بندہ) ناکام و نامراد ہو گا۔“

نماز ”اسلام“ کا پہلا اور اہم سُتون ہے۔ دینِ اسلام نے نماز کو ہر عاقل ‘بالغ اور تندرُست و بیمار انسان پر ہر حال میں فرض کیا ہے۔ مرنے کے بعد ہر مسلمان سے پہلا سوال نماز کے بارے میں ہی پوچھا جائے گا۔ نماز کی فرضیت کا مُنکر کافر ہے۔ ایک حدیث نبوی ﷺ کا مفہوم ہے کہ: ”جب بچہ سات برس کا ہو جائے تو اسے نماز پڑھوائیں اور دس سال کے بچے کو سختی کر کے نماز ادا کروائی جائے۔“

بدقسمتی سے آج ہمارے معاشرے سے نماز کی وہ اہمیت کم ہوتی جارہی ہے ‘جو اس سے قبل مسلمانوں کا اثاثہ تھی۔ اب والدین سات سال کے بچے کو اسکول کا سبق تو مار مار کر یاد کرواتے ہیں ‘مگر نماز کے لیے تو پیار سے بھی نہیں کہتے۔ فلمی ڈائیلاگ اور گانے تو بہت محنت سے یاد کروائے جاتے ہیں ‘لیکن نماز کو پسِ پُشت ڈال دیا جاتا ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ جب خود ہی نماز میں سستی اور کوتاہی کر رہے ہوں تو پھر بچوں کو کیسے نماز کا بول سکتے ہیں؟ اگر آدمی مرض الموت میں بھی ہو تو علما کے نزدیک نماز اس وقت بھی پڑھنی چاہیے۔ ہمیں تو ذرا سا بخار یا سر درد ہو جائے ہم نماز چھوڑ دیتے ہیں...

Perfect
19

مسائل
پوچھیں اور سیکھیں

قربانی پر اعتراضات اور ان کا جواب

مفتی محمد توحید

سوال: عید الاضحیٰ کے موقع پر تمام دنیا کے صاحب استطاعت مسلمان سنتِ ابراہیمی پر عمل کرتے ہوئے اپنی حیثیت کے مطابق جانوروں کو ذبح کر کے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قربانی کا نذرانہ پیش کرتے ہیں۔ اسلام کے اس فلسفۂ قربانی پر بعض جدت پسند اور عقل پرست لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ: ''اتنے سارے جانوروں کا خون بہانا عقلی اعتبار سے سنگ دلی اور ظلم ہے' نیز اقتصادی اعتبار سے بھی یہ کام مناسب نہیں ہے' اس لیے کہ مسلمان قوم کا اتنا روپیہ جو تین دن میں جانوروں کے ذبح پر ہر سال خرچ ہو جاتا ہے اور اس کا کوئی خاطر خواہ مفاد نظر نہیں آتا اگر یہی پیسہ رفاہی اور قومی مفادات پر لگایا جائے تو بہت فائدہ حاصل ہو۔''

آپ سے گزارش ہے کہ اسلام کے اس اہم مسئلے پر قرآن وحدیث کے ساتھ ساتھ عقلی دلائل کی روشنی میں اس کی وضاحت فرما دیں' تاکہ مجھ جیسے کمزور ذہنوں کی تسلی کا سامان ہو جائے۔

جواب: واضح رہے کہ آپ کے مذکورہ سوال میں دو مختلف اعتراضات کا ذکر ہے: (۱) قربانی کے جانور ذبح کرنا ظلم ہے (۲) یہ عمل اقتصادی اعتبار سے نقصان دہ ہے۔

جہاں تک پہلے اعتراض کا تعلق ہے تو اس کے بارے میں اگر چند باتیں ملحوظِ خاطر رکھی جائیں تو خود ہی اس اعتراض کا بے وزن ہونا واضح ہو جائے گا:

(1) فلسفۂ قربانی دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک پیغام ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کے خون اور گوشت کا بھوکا نہیں اور وہ ایسی پاک اور عظیم الشان ذات ہے کہ جو نہ کھالوں کی محتاج ہے اور نہ گوشت کے چڑھاوے کی' بلکہ وہ یہ سکھانا چاہتا ہے کہ تم بھی اللہ تعالیٰ کے حضور میں اسی طرح قربان ہو جاؤ جس طرح یہ جانور قربان ہوا ہے' نیز یہ بھی تمہارا ہی قربان ہونا ہے کہ اپنے بدلے اپنا قیمتی اور پیارا جانور قربان کر دو۔

(2) قربانی کو ظلم اور خلافِ عقل کہنے والے کیا یہ نہیں سوچتے کہ ہمیشہ ادنیٰ چیز اعلیٰ کے بدلے میں قربان کی جاتی ہے؟ یہ سلسلہ چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی چیزوں میں پایا جاتا ہے۔ مثلاً: اگر کوئی زہریلا سانپ کسی کو ڈس لے تو فوراً وہ انگلی کاٹی جاتی ہے' تاکہ باقی جسم زہریلے اثرات سے محفوظ رہے' گویا انگلی تمام جسم کے لیے قربان کی جاتی ہے' اور اس کو عین عقل مندی شمار کیا جاتا ہے۔

(3) اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارا کوئی دوست آجائے تو جو کچھ ہمارے پاس ہو' اس کی خوشی کے لیے قربان کرنا پڑتا ہے: گھی' آٹا' گوشت اور دیگر قیمتی اشیاء اس پیارے کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔

(4) اس سے زیادہ عزیز دوست ہو تو مرغے' حتیٰ کہ بھیڑیں اور بکرے قربان کیے جاتے ہیں' بلکہ اس سے بڑھ کر بھی گائے اور اونٹ بھی عزیز مہمان کے لیے قربان کر دیے جاتے ہیں۔

(5) جیسا کہ عرض کیا کہ ادنیٰ کو اعلیٰ کی خاطر قربان کیا جاتا ہے۔ مثلاً: خاکروب ہیں' اگرچہ عید کا دن سب کے لیے ہوتا ہے' مگر ان بے چاروں کے سپرد وہی کام ہوتا ہے' یعنی گلی محلوں کی صفائی ستھرائی' بلکہ عید کے دنوں میں تو ان کو اور زیادہ تاکید ہوتی ہے کہ لوگوں کی آسائش وآرام کی خاطر کوئی گندگی کسی گزرگاہ میں نہ رہنے دیں۔ گویا ادنیٰ کی خوشی اعلیٰ کی خوشی پر قربان ہوئی۔

(6) ادنیٰ سپاہی اپنے افسر کے لیے اور وہ افسر اپنے اعلیٰ افسر کے لیے اور وہ اعلیٰ افسر اپنے وزیر کے لیے قربان ہونا ایک فطری بات ہے' لہٰذا اللہ تعالیٰ نے بھی اس فطری مسئلہ کو برقرار رکھا اور جانوروں کی قربانی میں تعلیم دی کہ ادنیٰ (جانوروں کی طرح نفسانی خواہشات وغیرہ) کو اعلیٰ (اللہ تعالیٰ کی ذات) کے لیے قربان کر دو!

(7) تمام اقوامِ عالم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر قسم کے ظلم وستم سے پاک ہیں اور وہ رحمٰن ورحیم ہیں۔

اب اللہ تعالیٰ کا فعل ملاحظہ ہو کہ فضاؤں میں چِیل' باز' شِکرے' گِدھ اور دیگر شکاری پرندے موجود ہے اور ان کا کام کمزور اور چھوٹے پرندوں کا گوشت کھانا ہے اور بس! گھاس اور عمدہ عمدہ پھل وغیرہ کھانے سے تو وہ رہے' نیز آگ میں پروانے کے ساتھ کیا سلوک ہوتا ہے؟ پھر دریاؤں اور سمندروں پر غور کیا جائے کہ اس میں کس قدر خونخوار آبی جانور موجود ہیں: بڑی بڑی مچھلیاں اور دیگر مخلوقات چھوٹے چھوٹے آبی جانوروں کو کھا جاتے ہیں۔ اسی طرح خشکی کا نظارہ بھی ملاحظہ ہو کہ چیونٹی کھانے والا جانور' مکھیوں کا شکار کرنے والی مکڑی' چوہوں کو ہلاک کرنے والی بلی' بندروں کو چیر پھاڑنے والے چیتے کس ذات کی پیداوار ہے؟ جنگل میں شیر' بھیڑیئے اور تیندوے کی جو غذا مقرر ہے وہ کسے معلوم نہیں ہے؟

اب بتلائیں! اس نظارۂ عالَم کو دیکھ کر کوئی کہہ سکتا ہے کہ کائنات کی پنہائیوں میں جاری یہ قانونِ ذبح اور ہر طرف کا خون خرابہ (جو عام طور پر جاری ہے) یہ کسی ظلم کی بناء پر ہے' ہرگز نہیں! پھر قربانی کرنے والے مسلمان پر جانور ذبح کرنے کے ظلم کے الزام کا کیا مطلب؟ ذرا اس پر بھی غور کریں کہ انسان کے سر میں جوئیں پڑ جاتی ہیں یا کیڑے پڑ جاتے ہیں' پھر کیسی بے باکی سے ان کی ہلاکت کی کوشش کی جاتی ہے' کیا اس کو ظلم کہا جاتا ہے؟ جب اسے ظلم نہیں کہتے' بلکہ جواباً یہ کہا جاتا ہے کہ اعلیٰ کے لیے ادنیٰ کا قتل جائز ہے تو پھر قربانی کے ذبح کو ظلم کیسے کہا جا سکتا ہے؟ (بحوالہ: احکامِ اسلام عقل کی نظر میں' بہ تغیر واضافہ' ص: 128 تا 131)

آپ کے سوال میں مذکور دوسرا اعتراض یہ ہے کہ ''ذبح قربانی کا یہ عمل اقتصادی اعتبار سے غیر مفید' بلکہ نقصان دہ ہے'' اس کے بارے میں بھی چند باتیں ذہن میں رکھنے کی ضرورت ہے:

(1) پہلی بات تو یہ ہے کہ قربانی کرنا اللہ تعالیٰ کا حکم اور دیگر عبادات کی طرح اہم عبادت ہے' جیسے: حج' زکوۃ اور دوسری مالی عبادات۔ تو کیا ان عبادات کے بارے میں بھی یہی کہا جائے گا کہ یہ فضول خرچی اور مال کو بے جا خرچ کرنا ہے؟ اس طرح تو دین کا بہت بڑا حصہ اور بہت سے دینی احکام کا اسلام سے تعلق ہی ختم ہو جائے گا۔ لہٰذا جب یہ بات معلوم ہوئی کہ شریعت میں قربانی کا حکم ہے تو بحیثیت مسلمان اس حکم کو عقلی اعتراضوں اور ذہنی ڈھکوسلوں کا نشانہ بنانا کسی طرح درست نہیں۔

(2) دوسری بات یہ ہے کہ دنیا میں ہونے والی دیگر اور اصل فضول خرچیاں (جن کا شریعت نے بھی حکم نہیں دیا' بلکہ روکا ہے) ان لوگوں کو نظر نہیں آتیں' جبکہ اصل میں تو ان کے ختم کرنے اور مٹانے کی ضرورت ہے۔

عالَم اسلام میں مسلمانوں کی کتنی بڑی تعداد ایسی ہے جو منشیات' سٹہ' جوئے بازی' ناچ گانا' فحش پروگرامز' ٹی وی' کیبل' سینما' فضول تصویر سازی' نیوز چینل کے نام پر فحاشی وعریانی کی ترویج' بسنت میلہ' میوزک اور دیگر اخلاق باختہ کاموں کی آڈیو ویڈیو سی ڈیز' مختلف مواقع پر آتش بازی' شادی بیاہ' مرگ وموت اور غمی خوشی کی فضول رسومات' مختلف فیشنز' نیو ائیر ناٹ' ویلنٹائن ڈے اور غیر شرعی بیوٹی پارلرز وغیرہ کی زَد میں ہے۔

اگر فضول خرچی کی روک تھام کے لیے کوئی فکر مند ہے اور ملک وقوم کو اقتصادی ترقی پر گامزن کرنے کے لیے کوئی اتنا بے چین ہے تو اسے چاہیے کہ وہ ان مذکورہ بالا فضولیات کی حوصلہ شکنی کرے اور وہ اس کے خلاف آواز اٹھائے کہ کروڑوں کھربوں کی مالیت کی یہ رقم اگر قومی اور رفاہی مفادات پر خرچ کی جائے تو ہماری اقتصادی ترقی کا خواب بہت جلد شرمندۂ تعبیر ہو سکتا ہے' نہ کہ احکامِ شریعت کو تختۂ مشق بنا کر اغیار کی نظر میں اپنا قد اونچا کرنے کی نامبارک سعی کی جائے۔

اسپغول

اوراس کی بھوسی تقریباًہر گھر کی جانی پہچانی دواہے۔جو صدیوں سے آنتوں کی صحت کی بحالی کے لیے استعمال کی جارہی ہے بلکہ اب دنیا بھر میں اسے اسی مقصد کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

قدیم دوا اسپغول دراصل فارسی زبان کے دو کلمات کا مرکب ہے۔ایک اسپ یعنی گھوڑا اور دوسرا غول یعنی کان' چونکہ اس کی شکل گھوڑے کے کانوں سے مشابہ ہوتی ہے۔اس لیے اسپغول اس نام سے مشہور ہوئی۔عام طور پر اس کی تین قسمیں ہیں سفید' سرخ اور سیاہ۔سفید' سرخ صحت کے لیے مفید پائی گئی ہیں۔اسپغول کا مزاج سرد تر اور ذائقے میں پھیکا ہے۔اس کا بدل بھی دانہ اور تخم کنوچہ ہیں اس کا لعاب گرمی کے بخار' پیاس کی شدت اور خون کے جوش میں تسکین دیتا ہے۔

آنتوں کی خشکی سے لاحق ہونے والی قبض کی شکایت کو دور کر کے آنتوں میں پھسلن پیدا کرتا ہے۔حلق' سینے اور زبان کی کھر کھراہٹ کو دور کرتا ہے۔صفراوی اور دموی جوش سے لاحق ہونے والی بیماریوں کے لیے نفع بخش ہیں۔اس کو سرکہ میں ملا کر لیپ کیا جائے تو گرمی کے ایام میں آرام دیتا ہے۔اس کا استعمال خشک کھانسی میں بھی مفید ہے۔صفراوی اور دموی سر درد کی صورت میں عرق گلاب میں اسپغول کا لعاب ملا کر پیشانی پر لگانے سے تسکین ملتی ہے۔شدید گرمی کے دنوں میں زیادہ پیاس محسوس ہو تو اسپغول کو پانی میں بھگو کر شکر ملا کر استعمال کرنے سے پیاس کی شدت میں کمی آجاتی ہے۔اسپغول کے لعاب کے غرغرے کرنے سے منہ کے چھالوں کو آرام آتا ہے۔یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ اسپغول کو کوٹ کر کھانا زہریلے اثرات رکھتا ہے۔بیرونی طور پر لگانے کے لیے اسے پیس کر استعمال کر سکتے ہیں۔

مغربی دنیا میں اسے پیشاب آور تاثیر کے علاوہ اسہال اور پیچش کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔اس کی بھوسی میں آنتوں کے زہریلے مواد جذب کرنے کی حیرت انگیز تاثیر ہوتی ہے۔طب جدید اسپغول کو ایک موثر ملیّن قرار دیتی ہے' یعنی قبض دور کرنے کے لیے کثرت سے استعمال کرنے کی تاکید کرتی ہے۔رات کو سونے سے پہلے یا صبح نہار منہ اسے دو کھانے کے چمچے اسپغول ایک گلاس پانی کے ساتھ استعمال کرنا ایک موثر تدبیر ہے۔اسے چبا کر نہیں کھانا چاہیے بلکہ پانی میں حل کر کے پی لینا چاہیے۔اس سے آنتیں چُست رہتی ہیں یعنی اپنا کام ٹھیک طور پر کرتی رہتی ہیں۔اس کے علاوہ خون میں کولیسٹرول کی سطح کم رکھنے کی خاصیت بھی ہوتی ہے۔اس اعتبار سے یہ ان عوارض کی سب سے سستی اور بے ضرر دوا اور علاج ثابت ہوتا ہے۔دوائی مقاصد کے علاوہ اسے آئس کریموں' جیم' جیلی' بسکٹ' روٹیوں اور چاول کی میٹھی ٹکیوں کی تیاری میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

اسپغول اور اس کی بھوسی قدرت کا ایک عظیم تحفہ ہیں جن کی افادیت کی جدید طب بھی قائل ہے۔یہی وجہ ہے کہ اب ملک کے کونے کونے میں اسپغول اور اس کی بھوسی خوبصورت پیکٹوں میں عام طور پر فروخت ہوتی ہے۔اس کے استعمال کے سلسلے میں بھی احتیاط ضروری ہے۔اسے موسم سرما میں نیم گرم پانی میں ایک چمچہ شہد شامل کر کے استعمال کرنا چاہیے کیونکہ اس کا مزاج سرد ہے اس

لیے یہ اعصاب کو سُن کر کے فالج کر سکتی ہے۔عمر رسیدہ افراد کو اسے طویل عرصے تک استعمال نہیں کرنا چاہیے۔حسب ضرورت کبھی کبھی استعمال کی جاسکتی ہے۔شہد کے ہمراہ اس کا استعمال اس کے سرد مزاج کی اصلاح کر دیتا ہے۔موسم گرما میں قلب کی فرحت اور تقویت اعصاب کے لیے ایک پیالی عرقِ گلاب میں ایک چمچہ اسپغول کی بھوسی اور ایک چمچہ شہد شامل کر کے استعمال کیا جاسکتا ہے۔

قبض دور کرنے کے لیے

ھوالشافی : اسپغول سالم : 50 گرام سونف : 50 گرام
مغز بادام شیریں : 50 گرام۔

اسپغول کے علاوہ دیگر دواؤں کو باریک پیس کر اسپغول کو صاف کر کے ملا لیں 5 ماشہ رات کو دودھ یا پانی سے کھانا قبض کے لیے نہایت مفید ہے خاص کر آنتوں کی خشکی کو رفع کرتی ہے۔بواسیری قبض میں موثر ہے۔

پیچش دور کرنے کے لیے نسخہ:

ھوالشافی : اسپغول سالم : 100 گرام بیل گری 100 گرام
اندر جو شیریں : 25 گرام۔

اسپغول کے علاوہ دونوں دوائیں پیس کر اسپغول شامل کر لیں۔2 سے 5 گرام دن میں تین بار سادے پانی کے ہمراہ استعمال کریں۔

ورمِ رحم دور کرنے کے لیے نسخہ

ھوالشافی : اسپغول سالم : 50 گرام اور السی : 50 گرام پیس کر سفوف بنا لیں اور روغن گل 50 گرام میں اچھی طرح ملا لیں۔خواتین کے رحم میں ورم کی صورت میں اندرونی طور پر اس دوا کو کسی قابل دایہ سے رکھوائیں۔

رحم کی رسولی دور کرنے کے لیے نسخہ

ھوالشافی : اسپغول سالم : 50 گرام خطمی : 50 گرام
السی 50 گرام کنوچہ : 50 گرام'

اسپغول اور کنوچہ کے علاوہ باقی دوائیں پیس لیں اور مذکورہ دونوں ثابت دوائیں شامل کر لیں۔5 گرام صبح وشام پانی یا دودھ کے ہمراہ استعمال کریں۔رحم کی رسولی میں مفید ہے۔یہ مشہور نسخہ حکیم فرید احمد عباسی دہلوی کے معمولات مطب تھا۔

اسپغول کے دانوں کے اوپر سے سفید چھلکا الگ کر لیا جاتا ہے۔اس کو ''سبوس اسپغول'' یعنی اسپغول کا چھلکا کہتے ہیں۔یہ چھلکا کئی امراض میں استعمال کیا جاتا ہے۔یہ لعاب اور پھیکا ہوتا ہے۔جدید تحقیق کے مطابق اس کا استعمال موٹاپے' کولیسٹرول اور یورک ایسڈ کا تدارک بھی کرتا ہے۔یہ چھلکا معدے کی تیزابیت کو ختم کرنے کے ساتھ ساتھ جراثیم کو خارج کر کے جسم میں چُستی اور تازگی پیدا کرتا ہے یہ معدے کا محافظ ہے۔یہ السریٹو کولائیٹس اور بواسیر میں نہایت مفید ثابت ہوا ہے۔

سبوس اسپغول بلغمی امراض کے افراد کے لیے انتہائی مفید ہے۔کیونکہ صفراء بلغم کو جذب کرتا ہے خصوصاً نزلہ' زکام' خون اسہال اور جریان خون کے امراض میں مبتلا رہنے والوں کے لیے اکثیر ہے۔گرمی میں پیشاب کی بندش' جلن کی صورت میں پانی یا کچی لسّی کے ساتھ استعمال کرنے سے مثانے کے امراض میں فائدہ ہوتا ہے۔ڈپریشن میں مبتلا افراد بھی اس کو استعمال کریں یہ مرض نظام ہضم خراب ہونے کی وجہ سے بھی پیدا ہوتا ہے۔

سگریٹ' الکوحل اور دیگر مضر اشیاء استعمال کرنے والے افراد کے لیے اس چھلکے کا استعمال معدے کو جراثیم سے نجات دلانے اور معدے کو صحت مند اور تندرست رکھنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔

بد ہضمی میں چھلکا استعمال نہ کریں۔اس کا مسلسل استعمال اعصابی کمزوری پیدا کرتا ہے۔لہٰذا ایک ہفتہ کے بعد وقفہ ضروری ہے۔

معدے کے زخم اور السر میں مندرجہ ذیل نسخہ مفید ہے۔

ھوالشافی : چھلکا اسپغول : 100 گرام اصل اسوس : 100 گرام
رال سفید : 100 گرام سونف : 25 گرام۔

تمام ادویہ پیس کر سفوف بنا لیں۔تین گرام صبح وشام پانی سے استعمال کریں۔معدے کے السر' ذکاوتِ حس' جریان بوجہ حدت وسوزشِ بول اور احتلام میں مفید ہے۔

ھوالشافی : چھلکا اسپغول : 100 گرام مغز تخم تمر ہندی کلاں : 100 گرام
تخم ریحان : 50 گرام سمندر سوکھ : 50 : گرام
عاقر قرحا : 10 گرام طباشیر نقرہ : 10 گرام
مصری 100 گرام۔

تمام ادویہ کا سفوف بنا لیں۔دو گرام دن میں دو تین بار دودھ یا پانی سے استعمال کریں' مقوی ہے۔یہ سفوف ابیض جدید کے نام سے مشہور ہے۔

ایک مریض جس کی آنتوں میں زخم تھا مسلسل دو ماہ تک مندرجہ ذیل نسخہ استعمال کروایا گیا اور نمک' مرچ' مسالحوں سے سختی کے ساتھ پرہیز کرایا گیا۔الحمدللہ زخم بالکل مندمل ہوگئے۔مریض کو احتیاطاً غذا میں کم نمک' مرچ کھانے کی تاکید کی تاکہ مرض دوبارہ نہ ہو جائے :

ھوالشافی : ایک عدد دیسی انڈے کی سفیدی نکال لیں۔اس میں دو تولہ عرقِ گلاب خالص اور ایک چمچہ اسپغول کی بھوسی شامل کر لیں روزانہ ناشتے کے بعد پلائیں انشاء اللہ آنتوں کا السر اور زخموں میں انتہائی مفید ہے۔

New Zaiby
24

اے دیارِ مقدس کے مسافرو

بنت عبدالرحمن

حرمین شریفین میں جانے کی کس کو خواہش نہیں ہوتی ؟یقینا ہر کسی کی خواہش ہوتی ہے کہ حرمین شریفین جائے۔اللہ تعالیٰ ہر مرد و عورت کو حرمین شریفین کی حاضری نصیب فرمائے اور مجھے بھی محروم نہ فرمائے اور ہماری حاضری کو اپنی کامل رحمت سے مکمل کر کے قبول فرمائے ۔آمین

جب ہم مکہ پہنچے اور سامان ہوٹل میں رکھا تو تازہ وضو کر کے مسجدِ حرام میں داخل ہوئے تو عشا کی نماز ہو چکی تھی۔ہم مسجدِ حرام کو دیکھ رہے تھے اور ہمیں یقین نہیں آرہا تھا کہ ہم واقعی میں دیکھ رہے ہیں یا خواب دیکھ رہے ہیں۔عشاء پڑھ کر ہم مطاف میں گئے اور جب بیت اللہ کو سامنے دیکھا تو سچ پوچھیں یقین نہیں آرہا تھا کہ ہم اپنے شہر میں جس کعبے کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے ہیں'وہ واقعی ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔اس کے بعد عمرہ ادا کیا۔اللہ تعالیٰ ہماری اس ناقص سعی کو اپنی کامل رحمت سے مکمل کر کے قبول فرمائے۔آمین

ایک بہت ضروری اور اہم بات کرنی ہے کہ یہیں سے عمرہ اور حج کے ارکان'فرائض اور واجبات سیکھ کر جائیں۔مجھے ایسی عورتیں بھی ملی جنھیں یہ بھی پتا نہیں کہ طواف کے کتنے چکر ہوتے ہیں'سعی کہاں سے شروع اور کہاں پر ختم ہوتی ہے۔کم از کم دین کی ضروری باتیں سیکھنے کی کوشش تو کریں اور نہیں تو عمرہ و حج کے ارکان کو ہی سیکھیں جس کے لیے پیسے خرچ کرتے ہیں'اس کا طریقہ ضرور سیکھ کر جائیں اور ایک صورت اس کی یہ ہے کہ اگر لوگ گروپ میں موجود کسی بزرگ کی رہنمائی میں یا اُن کی رفاقت میں سارے اعمال کریں تو پھر وقت بہت اچھا قیمتی بن جاتا ہے۔

مدینہ منورہ کا کیا ہی کہنا'اگر اللہ تعالیٰ آپ کو حاضری نصیب فرمائے تو سنتوں کا خاص لحاظ رکھیں'سنتوں پر عمل کریں۔مدینہ منورہ وہ مدینہ ہے جس کے متعلق امام مالکؒ نے فرمایا:"ساری دنیا کے شہروں سے افضل شہر ہے۔"

پوچھا گیا:"کیا مکہ مکرمہ سے بھی افضل ہے؟"

فرمایا:"ہاں!مکہ سے بھی افضل ہے۔"

دلیل کے طور پر فرمایا کہ" پوری دنیا تلوار کی جنگ سے فتح ہوئی ہے' یہاں تک کہ مکہ بھی۔واحد مدینہ منورہ ہے جو آپ ﷺ کی محبت میں اور آپ ﷺ کے عشق میں فتح ہوا ہے۔"جو ایسی شان والا شہر ہو تو اس کا ادب بھی تو اُتنا ہی نرالا اور ضروری ہو گا۔

ریاض الجنتہ میں جاتے وقت زبان درود پاک سے تر ہو تو مزہ ہی کچھ اور ہے۔ہم جیسی پاکستانی عورتوں کی وہاں اکثر آواز اُونچی ہو جاتی ہے'خُدارا اس سے بچنا چاہیے ! وہاں سرکارِ دو عالم ﷺ آرام فرما ہیں'جن کے آگے اُن صحابہ کو بھی حکم تھا آواز پست کرنے کا جن کو رضی اللہ عنہم ورضوعنہ کی سند ملی ہوئی تھی تو میں اور آپ کون ہوتے ہیں وہاں آواز بلند کرنے والے۔کہیں سلام پیش کرنے اور سفارش کی دعا کرنے کے بجائے ہم گستاخ نہ ٹھہر جائیں۔

جب مدینہ سے واپسی ہوئی تو ہم زبانِ حال سے یہ کہہ رہے تھے

اے مدینہ الوداع اب اے مدینہ الوداع
شہرِ علم و معرفت کا اے خزینہ الوداع

اللہ پاک سے دعا ہے'اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ٹوٹی پھوٹی کوشش کو اپنی بارگاہِ رحمانیت میں قبول فرمائے اور ہم سب مسلمانوں کو حرمین شریفین کی حاضری اور اس کا بے حد ادب کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

رقصِ نزع

شبینہ گل

''ہمارے اکلوتے شہزادے کی شادی ہے'ہم تو ایسی شادی کریں گے کہ دنیا دیکھے گی۔ایک ماہ پہلے سے جشن ہوگا اور ایسا جشن کسی نے کبھی دیکھا نہ ہوگا اور نہ یہ شادی کبھی کسی کو بھولے گی۔''

عابد وسیم صاحب کے لہجے میں غرور و تکبر بول رہا تھا۔ان کی بیگم ان کی تائید میں گردن اکڑائے 'تفخرانہ مسکان چہرے پہ سجائے ایک ادا سے سر ہلا دیتی تھیں۔ان کا اکلوتا سُپوت' فاران عابد 'یہ سب سن کر خود کو خوش قسمت تصور کرتا تھا اور سننے والے تو ان کے سامنے مرعوب ہوتے'لیکن منظر بدلتے ہی کوئی حسد کا اظہار کرتا تو کوئی استغفار کرتا۔

حاسدین ہمیشہ دو طرح ہی ردِّعمل ظاہر کرتے ہیں یا تو کھلم کھلا اظہارِ ناپسندیدگی اور پیٹھ پیچھے کوئی سازش یا پھر کھلم کھلا اظہارِ افسوس'جس میں بَرملا توبہ واستغفار کر کر کے خود کو بہت دین دار ثابت کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔یہ اور بات ہے کہ ان کو موقع ملے تو وہ شان و شوکت کے اظہار میں ان لوگوں سے دس قدم آگے ہی نکل جاتے ہیں اور اس کے لیے بڑی خوبصورت دلیل بھی ڈھونڈ لاتے ہیں۔

سو اپنے قول کے مطابق عابد وسیم صاحب نے بارات کے دن سے ایک ماہ قبل ہی جشن کا آغاز کر دیا تھا۔ہر شام خاندان اور محلے کی تمام لڑکیاں ان کے وسیع و عریض لاؤنج میں جمع ہو جاتیں اور کان پھاڑ دینے کی حد تک اونچی آواز میں گانے لگائے جاتے ۔لڑکیاں رقص کی پریکٹس کرتیں 'کبھی اَنتاق شِری کی مشق کی جاتی 'جو لڑکی والوں کے ساتھ بطورِ مقابلہ کھیلا جانا تھا۔خاندان کے فارغ اور شوخ لڑکے بھی اس میں شامل ہو جاتے۔رات گئے تک جشن جاری رہتا اور صبح کاذب کے وقت سب تھک ہار کر اِدھر اُدھر لُڑھک جاتے۔

''ان کو ماڈرن اور مال دار بننے کا اتنا ہی شوق چڑھا تھا تو اپنا بنگلہ کسی اونچے علاقے میں جا کر بناتے۔ہم سفید پوشوں کے چھوٹے چھوٹے گھروں کے بیچ اتنا عالیشان بنگلہ بنانا اور اس مڈِل کلاس محلے میں اَپر کلاس کے اطوار اپنا کر ہمیں بھی پریشان کرنا بھلا کہاں کی دانش مندی ہے۔''

ساجدہ بی بی صبح سویرے جلال میں آچکی تھیں اور اب انھیں خاموش کرانا کم سے کم عرفان صاحب کے اختیار سے باہر تھا۔وہ اپنی جگہ حق بجانب تھیں'کیوں کہ عابد وسیم صاحب کے جشن کے کارَن ان سب کا چین و سکون برباد ہو کے رہ گیا تھا۔نہ وہ لوگ رات کو سو سکتے تھے 'نہ رات جاگ کے گزارنے کی ہمت تھی۔ایسے میں صبح اسکول کالج جاب کے لیے گھر والوں کا جاگنا محال ہو جاتا' کیوں کہ ان کا ہنگامہ تھمتے ہی فجر ہو جاتی تھی اور فجر کے وقت ان مصیبت کے ماروں کی آنکھ لگنے کا مطلب تھا 'اپنے اپنے کام سے دیر ہو جانا اور سارا دن اعصاب پر تھکن سوار رہنا۔

''بیگم تم سمجھتی نہیں ہو؟کسی پوش علاقے میں بنگلہ بناتے تو وہاں سبھی ان جیسے یا ان سے بھی بڑھ کر مال دار ہوتے 'وہاں انھیں کون پوچھتا۔پوش علاقوں کے رہائشی لوگوں کی اپنی ہی زندگی ہوتی ہے جو کہ اس علاقے میں بنگلہ بنانے سے ان کو حاصل ہوئی ہے۔اس کا مزہ ہی کچھ اور ہے 'کیوں کہ یہاں سب جھک جھک کر ملتے ہیں اور ان کو' سیٹھ صاحب سیٹھ صاحب 'کہتے نہیں تھکتے۔''

عرفان صاحب کی بات بھی سو فیصد درست تھی'لیکن نیند کی کمی اور مسلسل روز کے شور شرابے سے ساجدہ بی بی کا غصہ ناک تک بھر گیا تھا اور آج کل سارا دن بڑبڑاتی ہی رہتی تھی۔وہ اپنے تئیں انھیں سمجھا کر ناشتہ مکمل کر کے اُٹھ گئے۔اب وہ بچوں کے کمرے میں کھڑی ان کو جگانے کے ساتھ ساتھ باقی ماندہ غبار وہاں نکال رہی تھیں۔

''آج یہ دوسرا دن ہے 'جب تم سے فجر رہ گئی عبد اللہ...''ماں نے دھیمی آواز میں تنبیہ کرتے ہوئے ناشتے کی ٹرے اس کے آگے رکھی۔

''امام صاحب سے بھی سخت ڈانٹ پڑی تھی ماں ! دو دن سے اِدھر اُدھر کے لوگ اذان دے رہے ہیں۔میں نے انھیں بتایا تھا کہ ہمارے محلے میں یہ گھرانہ رات بھر سونے نہیں دیتا۔میں بھلا کیسے جاگوں؟میرے تو سر میں مستقل درد رہنے لگا ہے'لیکن امام صاحب کہہ رہے تھے کہ جب تک شادی کا ہنگامہ نہیں تھمتا تم مسجد میں سو جایا کرو۔''اس نے کہا۔

ماں کی آنکھوں کا دکھ اب پورے چہرے پر بکھر گیا۔ٹھنڈی آہ بھر کر وہ بولیں۔

''خدا ان لوگوں کو عقل دے' نیکی کی ہدایت دے۔بیٹا! کتنوں کو پریشان کر رکھا ہے۔محلے کی ہر عورت یہی رونا روتی ہے۔کتنے لوگوں کی بددعائیں سمیٹ رہے ہیں یہ لوگ۔''

''خدا غرق کرے' برباد کرے ان منحوسوں کو۔ساری ساری رات چین' سکون حرام کیا ہوتا ہے۔انوکھی شادی ہو رہی ہے۔انھیں لگتا ہے کہ دوسروں کا جینا حرام کر کے یہ سکھی رہیں گے'اگر یہ لوگ یہ سوچ رہے ہیں تو یہ ان کی بھول ہے۔اللہ انھیں تباہ و برباد کرے۔''رقیہ بی بی جھولی اٹھا اٹھا کر انھیں بددعائیں دے رہی تھیں'جب مظفر صاحب نے انھیں ٹوکا۔

''کچھ بھی ہو جائے ہر صورت انسان کو دوسرے کے حق میں یہی دعا کرنی چاہیے کہ اللہ اسے نیکی کی ہدایت دے۔یوں منہ بھر بھر کے بددعا نہیں دینی چاہیے'کیوں کہ اللہ تعالیٰ کو سب خبر ہے کہ کون صحیح ہے اور کون غلط۔''رقیہ بی بی کی تو گویا تلووں سے لگی سر پہ بجھی۔فوراً بولیں۔

''ارے آپ کوئی وقت تو وعظ و نصیحت کے بغیر بھی جانے دیا کریں۔سونیا ساری رات بخار میں تپتی رہی اسے آرام کی ضرورت تھی'میں ساری رات اس کی پٹی سے لگی بیٹھی رہی 'آپ تو نجانے کانوں میں روئیاں ٹھونس لیتے ہیں یا نشے کی دوا پھانک لیتے ہیں'لیکن میں اور میری بچی تو لمحہ بھر کے لیے بھی آنکھ نہیں لگا سکے۔میں تو دوں گی بددعا۔میری تو آہ لگے گی ان کو...''وہ پھر سے شروع ہو گئی۔

مظفر صاحب نے بے چارگی سے ان کی آنکھوں کے گرد گہرے ہوتے حلقوں اور بے آرامی سے مرجھائے چہرے کو دیکھا پھر اخبار اٹھا لیا۔وہ بھی غلط نہیں تھیں۔پندرہ دن سے مسلسل یہ ذہنی اذیت وہی برداشت کر رہی تھیں۔بولتی رہتی تو شاید غبار کم ہو جاتا' پھر بول بول کر خود ہی خاموش ہو جاتیں۔کسی کا کیا جاتا' سو انھوں نے خاموشی اختیار کر لی۔

پندرہ دن ڈھولکی' رقص اور گانوں کی مشق کے بعد اب مہندی کا دور شروع ہو چکا تھا۔پندرہ دن کے پندرہ دن بُک تھے۔پھپھو' خالہ' چچی' تائی' دوست سبھی نے باری باری مہندیاں لانی تھیں۔شادی شدہ کزنز الگ سے مہندیاں لا رہیں تھیں'کیوں کہ فاران کی اپنی کوئی بہن نہ تھی۔لڑکی والوں کے ہاں بھی ایسے ہی سلسلے چل رہے تھے۔فاران خود اس مزاج کا نہیں تھا'لیکن وہ باپ کی خوشی میں خوش تھا۔یہ عابد وسیم صاحب ہی تھے جو بیوی اور بیٹے سے زیادہ ارمان نکالنے کے شوق میں ادھ موئے ہو رہے تھے۔مسلسل پندرہ دن اور راتوں کو مہندیاں ہوتیں پھر سارا دن پڑے سوئے رہتے۔ذاتی کاروبار تھا' صبح صبح کام پہ جانے کی فکر بھی نہ تھی۔سو جب خود کو کوئی فکر نہ تھی تو وہ بھلا دوسروں کی فکرات کی پرواہ کیوں کر کرتے۔

بالآخر وہ دن آن پہنچا جب انھوں نے لڑکی والوں کے ہاں مہندی لے کر جانی تھی۔اس مہندی کی شان ہی الگ تھی۔وہ رات عابد صاحب کے محلے والوں نے سکون سے گزاری'لیکن اگلی رات پھر سے مہندی کا شور شرابا ہونا تھا'جب لڑکی والے مہندی لاتے۔

لڑکی والے جب مہندی لائے تو ایک ماہ کے شور شرابے سے دگنا شور وغُل مچا۔

عابد وسیم صاحب وسیع و عریض لان میں سجائے گئے پنڈال میں خود اتر آئے اور ایسا ناچ کہ دنیا دنگ رہ گئی۔ان کے بھائیوں نے بھی بھرپور ساتھ دیا'پھر وہ بھی تھک گئے'پھر خاندان کے لڑکے میدان میں اترے 'پھر خواتین۔الغرض سبھی تھک کے بیٹھ گئے'لیکن عابد صاحب نہیں تھکے۔ان کی دیوانگی میں اضافہ ہوتا ہی جا رہا تھا۔لوگ اب صرف ان کے گرد کھڑے ہو کر تالیاں بجانے پر اکتفا کر رہے تھے اور ان کے رقص کی مہارت کی داد دے رہے تھے۔انھیں ناچتے ہوئے ایک گھنٹے سے زائد ہونے لگا تھا اور اب ان کے چہرے کے تاثرات تبدیل ہو گئے تھے' رقص میں دیوانگی بڑھ گئی' تاثرات میں ہیجان نمایاں ہو گیا'آنکھیں باہر کو ابل آئیں اور چہرہ سرخ ہو گیا۔ناچتے ناچتے ان کے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا تو لوگوں نے آواز لگائی۔

عابد بھائی! بس کرو...طبیعت خراب ہو جائے گی۔''

اسی پل عابد صاحب کے حلق سے فلک شگاف چیخ بلند ہوئی اور تمام عالم نے ان کے الفاظ بخوبی سنے : ''یا اللہ! مجھے معاف کر دینا۔''اور وہ تڑپ کر گرے اور ساکت ہو گئے۔لاؤڈ سپیکر پر چلتے گانے بند ہو گئے۔عورتوں کے بیچ آہ و بکا شروع ہو گئی۔زمین پر پڑا وجود زندگی کی رمق سے عاری ہو چکا تھا۔رقص جنوں' رقص نزع میں تبدیل ہو گیا تھا'لیکن کسی کو خبر نہ ہو سکی۔مقامِ عبرت تھا کہ ملک الموت نے ان کی روح دورانِ رقص ہی قبض کی اور کوئی جان نہ سکا۔

بقیہ ساس بہو

بیٹی خرچا کرتی ہے تو اچھا لگتا ہے اور بہو کرے تو اسراف۔بیٹی بیمار ہو تو بے چاری لگتی ہے اور بہو بیمار ہو تو بہانہ لگتا ہے۔

چہرے سجے سجے ہیں' دل ہیں بجھے بجھے
ہر شخص میں تضاد ہے دن رات کی طرح

ہاں! آج سب ساس بہوئیں یہ باتیں بھول گئی ہیں' یاد ہیں تو صرف اپنے حقوق ...اپنے فرائض کسی کو یاد نہیں۔زندگی حقوق و فرائض کی کھینچ تان کے ساتھ نہیں' احسان کے ساتھ گزرتی ہے' اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْن قرآن نے تو وَالْجَارِ الْجُنُبِ ساتھ بیٹھنے والے کے بھی حق بتائے ہیں تو پھر ساتھ رہنے والی ساس اور بہو سے کیا ایک دوسرے کے ساتھ کی جانے والی بدسلوکی کا سوال نہ ہو گا؟

آخرت کی فکر کرنی ہے ضرور
جیسی کرنی' ویسی بھرنی ہے ضرور

اللہ بہت بڑا ہے

وزیہ ظفر

زندگی میں مشکلات اور پریشانیاں اتنی دَرآئیں تھیں کہ سمعیہ کو لگتا تھا بس اب وہ پریشانیوں سے لڑلڑ کے ختم ہو جائے گی اور مشکلات تھیں کہ دن بہ دن بڑھتی ہی چلی جارہی تھیں۔ سمعیہ بی۔اے کے پیپر دے کر فارغ ہوئی تو وہ ایک نجی اسکول میں پڑھانے لگی، اسکول اگلی گلی میں تھا۔ پانچ ہزار ماہوار پر چھ گھنٹے کی ذہنی مشقت اور مسائل پھر بھی جوں کے توں تھے۔ سمعیہ کو ایک پوش علاقے میں گھروں میں برتن دھونے کا کام مل رہا تھا، مگر اس کی عزتِ نفس نے اس کو گوارا نہ کیا۔ زندگی جمود کا شکار تھی اور جمود میں محض پریشانیاں، تنگیاں اور مشکلات تھیں۔

سمعیہ کا رزلٹ اچھا آیا تھا، مگر اسے کوئی خوشی نہ ہو پائی کیوں کہ فی الوقت ایسا کوئی ادارہ اس کے ذہن میں نہیں تھا جو بغیر فیس لیے اسے داخلہ دے دیتا۔ سوبرے دل سے اس نے اسلامیات میں اپنا داخلہ بھجوادیا، اس کا خیال تھا کہ یہ آسان مضمون سمجھا جاتا ہے، اس کے لیے ٹیوشن کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ پارٹ ون میں خیر محنت بھی بہت کی اور اچھے نمبروں سے پاس بھی کرلیا۔ پارٹ ٹو کے پیپر بھی اچھے ہوگئے تھے۔ چھٹیاں تھیں سو وہ اسلامیات کے وائیوا کے لیے شیخ عمران اسلامک سینٹر میں تھی۔ چھٹیوں کی وجہ سے وہ ایک فیکٹری میں کام بھی کرنے لگی۔ کچھ رقم سمعیہ نے جمع کرلی تھی۔ اس کا ارادہ وائیوا کے آنے کے بعد دفتر میں جاب کرنے کا تھا۔

کوریڈور میں بے چین، مضطرب رٹّے لگاتی لڑکیاں نظر آرہی تھیں، جب کہ سمعیہ بے فکر تھی۔ تیاری کیا اس نے تو کتاب تک نہ لی تھی، لیکن مطمئن تھی کہ ایک عرصہ تک اس کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ بہت اچھا تعلق رہا تھا۔ اب دنیاوی فکروں میں اس تعلق پر گرد پڑ گئی تھی تو کیا ہوا۔

جب وہ چھوٹی تھی، ابا کی نوکری تھی، اماں کی محنت تھی اور بھائی کی نوکری تھی باجیاں کام کرتی تھیں، تب سمعیہ کو کوئی بھی فکر نہیں ہوا کرتی تھی۔ پڑھنا اور کھیلنا بس سمعیہ کے دو ہی مشاغل تھے۔ اماں صبح اٹھتیں، نماز پڑھتیں، قرآن پڑھتیں، سو ان سب بہنوں کو بھی عادت تھی، تب سے سمعیہ نماز کی پابند تھی۔ جذب سے دعا مانگا کرتی تھی، اپنے اچھے نمبروں کی، گڑیا کی اور ایسی ہی کسی فرمائش اور خواہش کی۔ رات کو بستر پر لیٹ کر اماں سے چپک کر وہ اللہ سے ڈھیروں باتیں کیے جاتی۔ فرمائشیں، خواہشیں، شکوے، شکایتیں... اسے ایسا لگتا کہ اللہ بس اس کا ہے۔ سارا وقت اس کے لیے ہے۔ فرصت، تسلی، دھیان سے سنی جاتی ہیں اس کی باتیں اور بولتی بھی تو بہت لاڈ سے تھی: اللہ جی دیکھیں ناں! اللہ جی پھر میں نہ بولوں گی آپ سے! اللہ ایک غلطی ہوگئی ہے، معاف کردیں ناں! دیکھیں چھوٹی سی، پیاری سی بچی ہوں ناں میں۔ آئندہ نہیں کروں گی ناں۔ اچھا اب کردیں ناں معاف مجھے، بار بار کیوں یاد دلا رہے ہیں۔ اللہ جی ہمارا راز ہے یہ۔ تب زندگی میں کچھ مشکل نہ تھا۔ اللہ جی ہیں ناں اور تب ابا بھی تو ٹھیک تھے۔

اس کا نام پکارا جارہا تھا۔ تمام سوچوں کو جھٹکتی وہ اندر داخل ہوئی۔ کھچڑی داڑھی والا سفید لباس میں شفیق سا انسان بیٹھا ہوا تھا۔ قرآن سمعیہ کے آگے رکھا گیا، سورۃالتوبہ کی کوئی آیت تھی جو انھوں نے اسے پڑھنے کو کہا۔ سمعیہ نے دھیرے سے نفی میں سر ہلا دیا۔ دو چار سوالات انھوں نے اور پوچھے اور سمعیہ دو ہی کا جواب دے پائی۔

”نماز پڑھتی ہیں آپ؟“ اچانک اس نے پوچھا۔

”جی۔“ سمعیہ نے آہستگی سے جواب دیا۔

”کتنی؟“

”زیادہ تر عشاء کی اور کبھی کبھار عشاء کی بھی نہیں اور کبھی فجر کی۔“ انھوں نے سمعیہ کے سچ پر حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھا۔

”کیوں؟ فرض تو پانچ ہیں۔“ انھوں نے نرمی سے پوچھا۔

”سر! بچوں کی تربیت، ماں باپ کی خدمت اور دوائیں لانا، بھائی کی بے گناہی ثابت کر کے اسے جیل سے رہا کروانا، گھریلو خرچ پورا کرنا بھی تو فرض ہے۔“

”یہ سب مسائل فرض نہیں۔“ انھوں نے آہستگی سے تصحیح کی۔

”سر! مسائل حل ہوں گے تبھی تو فرض ادا ہو پائیں گے ناں؟“

”مسائل حل کرنا آپ کا کام کہاں سے ہوگیا؟“ انھوں نے کرسی سے ٹیک لگاتے سمعیہ پر ایک نظر ڈالتے ہوئے پوچھا۔

”سر! میرے مسائل ہیں تو مجھے ہی حل کرنے ہیں۔“ وہ تھوڑا اچڑی۔

”آپ نے مسائل حل نہیں کرنے، آپ نے صرف کوشش کرنی ہے اور اللہ سے دعا کرنی ہے۔ اللہ کی ذات مسائل حل کرنے کے لیے ہے۔“ انھوں نے انگلی سے اوپر کی طرف اشارہ کیا۔

”تو کیا سر ہم ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائیں، گھر میں نمازیں پڑھتے رہیں، دعائیں مانگتے رہیں۔ اس سے مسائل حل ہو جائیں گے؟“ سمعیہ نے غصہ سے کہا۔

”میں نے یہ تو نہیں کہا بیٹا!“ نرم اور شفیق لہجے میں کہا گیا ”ہاتھ پر ہاتھ دھر کے نہیں، کوشش ضرور کریں۔ اپنی زندگی کا سیٹ اَپ بنائیں، ہر چیز کو ٹائم دیں۔ اچھا ایک سوال کا جواب تو دو۔ رزق کی ذمہ داری کس کی ہے؟ پھر ہم کیوں خود اپنے رزّاق بنے بیٹھے ہیں۔ وہ کہتا ہے پتھر میں چھپے کیڑے کو بھی وہ رزق دیتا ہے اور ہم ہیں کہ اپنے ہی خدا بن بیٹھے ہیں۔ تبھی تو ہمارے مسائل ختم ہونے کا نام نہیں لیتے۔ ہم نے اپنی پرستش شروع کردی ہے۔ جب دن میں اللہ 5 بار بلاتا ہے کہ آؤ کامیابی کی طرف تو ہم کیوں یقین نہیں کرپاتے؟“

سمعیہ کی نگاہیں جھکی ہوئیں تھیں۔ دفعتاً جھکی نگاہوں سے شرمسار لہجے میں اُگلا۔

”یہ سب ٹھیک ہے سر! میں بہت گناہ گار ہوں سر۔ اللہ مجھے اس بات پر معاف کرے، مگر 5 نمازیں پڑھنا وہ بھی آج کل کے دور میں بہت مشکل ہے۔ ہمارے مسائل پہلے لوگوں کے مقابلے میں زیادہ ہیں۔ پچھلے زمانے کے لوگوں کے لیے یہ ٹھیک تھی سر۔ پہلے زمانے کے لوگوں کے اتنے مسائل، اتنی بیماریاں نہیں تھیں سر۔ زندگی میں آگے بڑھنے کے مقابلے نہیں تھے سر۔ ان کے پاس فرصت ہی فرصت تھی سر۔“

”پانچ وقت کی نماز دراصل آج کے دور کے مسلمانوں کے لیے ہی ہے، جب پہلے دور کے مسلمانوں کے اتنے مسائل نہیں تھے تو ہونا یہ چاہیے تھا کہ اگر وہ پانچ بار اللہ کے پاس نہ جاتے تو گنجائش ہوتی، لیکن اُن میں اور ہم میں فرق ہے۔ اُن کے مسائل تھوڑے تھے، لیکن پھر بھی وہ انہیں اللہ ہی سے حل کرواتے تھے، اس لیے اسی کے در پر بیٹھے رہتے تھے۔ آج کے دور کے مسلمانوں کے مسائل ہیں، انہیں تو پانچ سے بھی زیادہ بار اللہ کے پاس جانا چاہیے تھا، لیکن چوں کہ ہم اس غلط فہمی کا شکار ہوگئے ہیں کہ مسائل اللہ نے تھوڑا حل کرنے ہیں، ہم نے خود حل کرنے ہیں، اس لیے ہمیں نماز پڑھنا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ جب ہم بھی اللہ سے مسائل حل کروانے لگ جائیں گے تو سچی بات ہے کہ مسائل حل بھی ہو جائیں گے اور پانچ بار پوری دل جمعی سے نماز پڑھنا بھی مشکل نہیں لگے گا۔“ سمعیہ سر جھکائے بیٹھی تھی۔

”ٹھیک ہے آپ جاسکتی ہیں۔“ پُرشفیق دھیمے لہجے میں کہا۔ وہ اٹھی اور سامنے رکھی سِلپ اٹھائی۔

”بیٹا! سوچیے گا ضرور...“ دھیمی آواز پر وہ بغیر مڑے دروازہ کھول کے باہر نکل آئی وہ بس سے اُتر کر گھر کی طرف روانہ ہوئی تو مغرب کی آواز گونجنے لگی۔

حی علی الصلاۃ... آؤ نماز کی طرف

حی علی الفلاح... آؤ کامیابی کی طرف

گھر جانے تک اذان کی آواز اس کے کانوں میں گونجتی رہی، لاکھ کوششوں کے باوجود اذان کی آواز اس کے کانوں سے جا نہ سکی۔ گھر آکر وضو کر کے نماز پڑھی آج اس نے بہت لمبی دعا مانگی بچوں کے لیے، ماں باپ کے لیے، بھائی، شوہر کی مغفرت کے لیے اور آخر میں اپنے لیے دعا کی۔ طویل دعا کے بعد منہ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اس کے ہاتھ ایک لمحے کو رکے، بالکل ساتھ ایک چھوٹی سی دیوار تھی، ڈاکٹر بلال اور ان کے گھر کے درمیان اور ڈاکٹر بلال کو اپنے بچوں کے لیے کسی ٹیوٹر کی ضروت تھی تو کیوں نہ وہ جا کر مہناز، ذوبیہ اور صائمہ کو اسکول کا کام بھی کروا دیا کرے اور سیپارہ بھی پڑھا دیا کرے، ساتھ ہی ڈاکٹر بلال کے توسط سے اماں ابا کا علاج بھی کچھ سستا ہو جائے گا اور ڈاکٹر بلال کی بیوی ایک بہت اچھی وکیل ہے تو وہ بھائی کے کیس کے سلسلے میں بھی ان سے بات کرے گی۔ وہ حیران تھی کہ یہ سارے خیال اسے پہلے کیوں نہیں آئے؟ بالکل ساتھ ہی تو گھر تھا ڈاکٹر بلال کا۔

سچ ہے کہ اللہ سے زیادہ مشکل کُشا اور کوئی نہیں۔ سمعیہ نے ابھی جھک کر جائے نماز اٹھائی ہی تھی کہ مؤذن پکار اٹھا۔

اللہ اکبر، اللہ اکبر...

اللہ بہت بڑا ہے، اللہ بہت بڑا ہے۔

”بے شک اللہ بہت بڑا ہے۔“ سمعیہ اقرار کرتی ہوئی سجدے میں جھک گئی۔

Jazaa Foods
30

مچلتے دل کو سرور آگیا

بنتِ محمد عبداللہ

لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ
اِنَّ الْحَمْدَ وَ النِّعْمَةَ لَكَ وَ الْمُلْكَ،لَا شَرِيْكَ لَكَ

حج کی تربیت دیتے ہوئے امام صاحب سے اس نے یہ دعا سنی تو حجِ بیت اللہ اور روضۂ اقدس کی زیارت کا شوق ایک بار پھر بیدار ہو گیا۔ وہ اپنے رب کے حضور ایک بار پھر سجدہ ریز ہو گئی۔ ”یارب العٰلمین! میرا بلاوا کب آئے گا؟ کب ان آنکھوں کو بیت اللہ کے دیدار سے ٹھنڈا کرے گا؟ کب اپنے حبیب ﷺ کے روضۂ اقدس کی حاضری سے دل باغ باغ کرے گا؟ کب میدانِ عرفات میں کھڑا کر کے فریاد سنے گا؟ یا اللہ صبر کی انتہاء ہو گئی۔ تیری بندی جانے کے لیے بے قرار ہو گئی۔ ظاہری کوئی اسباب نہیں لیکن میرے مولیٰ! آپ مسبّب الاسباب ہیں۔ غیب سے مدد فرمائیے۔ (آمین)“ ماریہ نے آہستہ سے کہا اور چہرے پر ہاتھ پھیر کر اُٹھ کھڑی ہوئی، کچن سے امی دو تین آوازیں دے چکی تھیں۔ وہ جلدی سے کچن میں آکر امی کا ہاتھ بٹانے لگی۔

ماریہ کو بچپن سے اللہ کا گھر دیکھنے کا بے حد شوق تھا اور دعاؤں کے سوا اس کے پاس اور کوئی ہتھیار نہ تھا۔ وہ پریشان ہو کر نااُمید ہونے کے بجائے پورے یقین سے امی کو کہتی: ”امی! ہم بھی حج پر جائیں گے ناں؟“

”کیوں نہیں بیٹا! ضرور انشاء اللہ۔“ امی اپنی ماریہ کو پیار کرتے ہوئے کہتیں۔

ماریہ خوشی سے نہال ہو کر اپنی امی کے گلے میں بانہیں ڈال دیتی۔

آج عرفات کا دن تھا اور ماریہ کو یہ سوچ بار بار شرمسار کر رہی تھی کہ اس کے پیارے حبیب امام الانبیا محمد مصطفیٰ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم، میدانِ عرفات میں اونٹنی پر سوار تپتی دھوپ میں اپنی امت کے لیے کس قدر متفکر اور غمگین ہوتے تھے اور روتے ہوئے کتنے گھنٹے دعا کی تھی ”یارب امّتی امّتی! یاربِ امّتی امّتی۔ یارب میری امت پر رحم فرما۔ یارب میری امت پر رحم فرما۔ آج اسی امت نے اپنے محسن نبی ﷺ کی سنّتوں کو پامال کر رکھا ہے۔ وہ نبی جو ہمارے لیے روتے تڑپتے تھے۔ ایسے تڑپتے کہ پہاڑ ہِل جاتے، فرشتے آسمان سے اتر آتے: ”یارسول اللہ! آپ کیوں رو رہے ہیں؟“

آپ ﷺ فرماتے: ”مجھے میری امت کا غم رلا رہا ہے۔“

اسی نبی کے طریقوں کو چھوڑ کر ہم نے غیروں کی نقّالی کی، غیروں کا لباس اپنایا، غیروں کے بال پسند کیے، غیروں کی طرح کھانا پینا، اوڑھنا بچھونا پسند کیا۔

میرے نبی ﷺ کی حدیث کا مفہوم ہے ”جس شخص نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ اسی میں سے ہے۔“ کون سی خوبی نہیں دِکھتی ہمیں رسول اللہ ﷺ میں؟ کیوں ہم اپنے محسن نبی ﷺ سے بے وفائی کر گئے؟ ہمیں پردے کا کہا تو ہمارا پردہ صرف برقع تک محدود ہو کر رہ گیا اور شرم و حیا آنکھوں سے جاتی رہی۔

جو لوٹ آئیں تو کچھ کہنا نہیں، بس دیکھنا انہیں غور سے
جنہیں منزلوں پہ خبر ہوئی، کہ یہ راستہ کوئی اور تھا

محشر میں کس منہ سے سامنا کریں گے؟ کون سا عمل ہے جو ہم نے اپنے نبی ﷺ کی سنت کے خلاف نہ کیا؟ ہمیں بدلنا ہوگا، پیارے نبی ﷺ کے نقشِ قدم پر چل کر اپنی زندگی میں انقلاب لانا ہوگا۔

نقشِ قدم نبی ﷺ کے ہیں جنت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

”یا اللہ! میرے ہم مذہب امت مسلمہ کو دین کی سمجھ عطا فرما۔ انھیں ہدایتِ کاملہ نصیب فرما۔“ ماریہ آنکھوں کے بھیگے گوشوں کو صاف کر کے سوچنے لگی۔

”میں کثرت سے درود شریف پڑھوں گی اور اللہ نے موقع دیا تو پیارے نبی ﷺ کے روضۂ اقدس کی حاضری پر روٹھے ہوئے نبی کو ضرور مناؤں گی۔ انشاء اللہ...“ اس عظیم عزم کے ساتھ ماریہ وضو کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی کہ اس نے اور اس کی قوم نے پیارے محبوب ﷺ کی سنتوں کو پامال کرتے ہوئے اپنے رب کے حکموں کو بھی توڑا تھا۔ وہ اللہ ان کی معافی کی تلافی کے لیے ہمیشہ سے ان کا منتظر ہے۔

ارادے جن کے پختہ ہوں، نظر جن کی خدا پر ہو
تلاطم خیز موجوں سے وہ گھبرایا نہیں کرتے

آج ماریہ خوشی سے سرشار تھی اور کیوں نہ ہوتی؟ اس کے پیارے رب نے اس کی دلی تمنّا کو غیب سے پورا کیا تھا، وہ اپنے ماں باپ اور بھائی بہن کے ساتھ جہاز میں بیٹھی مقدس سفر کی جانب رواں دواں تھی اور مسکراتے ہوئے یہ اشعار دہرا رہی تھی۔

شکر ہے تیرا خدایا! میں تو اس قابل نہ تھی
تُو نے اپنے گھر بلایا، میں تو اس قابل نہ تھی

مسز شعیب باجوہ کے ہاں ہفتہ کو پارٹی ہے' اس لیے وہاں سب سے مختلف نظر آنا ہے۔ نمل کی بات سن کر یکدم شرمندہ ہوگئیں۔ انہیں ایسے لگا جیسے وہ کبھی بھی راہ راست پر نہ آسکیں گی۔ گھر واپس آکر بھی افسوس کرتی رہیں اور نمل کی شاپنگ بھی نہیں دیکھی بس یونہی بے دلی سے الماری میں شاپرز رکھ دیے۔

رات کو کھانے کے بعد نمل اپنے والد' فصیح صاحب کو اپنی شاپنگ دکھانے لگی۔ وہ کسی گہری سوچ میں گم اس کی شاپنگ دیکھ رہے تھے کہ اچانک ارسلان کی زبان میں کھجلی ہوئی۔ وہ کہنے لگا: "یہ پرنٹ تو کچھ دیکھا دیکھا سا لگ رہا ہے...اوہ' ہاں...! وہ سامنے والے بنگلے کی ماسی کو پہنے دیکھا تھا۔ لمبی قمیص...ہاہاہا..."

اس نے خود ہی کہہ کر اپنی بات کا خود ہی مزہ لیا۔ معیز بھی اس کے ساتھ ہنسنے لگا۔

"شٹ اپ... جسٹ شٹ اپ بھائی...مائنڈ یور اون بزنس... میرے معاملات میں انٹر فیئر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" نمل کو سر سے لے کر پاؤں تک جیسے آگ لگ گئی اور وہ چلا اٹھی۔

"آرام سے بات کرو ڈولی! اتنا ہائپر کیوں ہو رہی ہو؟ وہ تم سے مذاق ہی تو کر رہا ہے۔" فصیح صاحب نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"مذاق کرنے اور مذاق اڑانے میں بہت فرق ہوتا ہے پاپا۔" نمل جو اپنی شاپنگ سمیٹنے لگی تھی' ایک جھٹکے سے سر اٹھا کر بولی۔

"میں اس کی وجہ بتاؤں بھائی کہ میں نے یہ ماسیوں کی طرح شلوار اور قمیص کیوں خریدی ہیں...؟ یہ سب میں نے اس لیے خریدا ہے کہ جس طرح میرے پاپا اور بھائی دوسری لڑکیوں اور عورتوں پر کمنٹس کرتے ہیں' اسی طرح دوسروں کے باپ اور بھائی بھی مجھ پر کمنٹس کرتے ہوں گے۔ اس لیے جس حد تک میں خود کو چھپا سکتی ہوں' اتنا کرلوں' تاکہ میرے پاپا اور بھائی کی طرح دوسروں کو مجھ پر الٹے سیدھے کمنٹس کرنے کا موقع نہ ملے۔"

بیٹی کی یہ "کھری کھری" باتیں سن کر فصیح صاحب کی نظریں شرمندگی سے زمین کی طرف جھک گئیں۔ نمل نے تمام شاپرز اکٹھے کیے اور دھپ دھپ کرتی ہوئی اپنے روم میں چلی گئی۔

فصیح صاحب کے آس پاس جیسے جھکڑ چلنے لگے۔ کیسا آئینہ دکھا گئی تھی ان کی بیٹی انہیں۔ وہ دم سادھے بیٹھے رہ گئے۔ ان کی بیٹی منہ پھٹ تو پہلے ہی سے تھی مگر آج سچی بات کر گئی۔ ان پر کئی سوچوں کے در کھلتے چلے گئے۔ آمنہ بیگم' ارسلان اور معیز کب ان کے پاس سے اٹھ کر چلے گئے' وہ محسوس بھی نہ کر سکے۔

"ماما! کہاں جا رہی ہیں آپ؟" آمنہ بیگم کے تیز تیز قدم نمل کی آواز پر تھمے۔

"مسز عبدالرزاق کے گھر۔" وہ ذرا سا مڑ کر بولیں۔

"مام...میں بھی آپ کے ساتھ چلوں؟" نمل جھجکتے ہوئے بولی۔

"ہاں کیوں نہیں...؟" آمنہ بیگم نے اجازت دے دی۔

ماما کی بات سن کر وہ تیز تیز قدم اٹھا کر سیڑھیاں اتر کر نیچے آگئی۔ اپنے گھر کے لان تک پہنچی تو مالی بابا کے 16 سالہ بیٹے پر نمل کی نظر پڑی۔ وہ اس کی قمیص کی آدھی آستینوں میں سے نظر آنے والے بازوؤں کو دیکھ رہا تھا۔ اس لڑکے کا اس طرح گھور کر دیکھنا نمل کو کچھ عجیب سا لگا۔ وہ اچانک واپس دوڑتی ہوئی اپنے کمرے میں آئی اور آئینے کے سامنے کھڑی ہو کر خود کو دیکھنے لگی۔ اس نے اپنی وہی شال اٹھائی اور اس انداز میں اوڑھی کہ اس کے بازو ڈھک گئے۔ مطمئن ہو کر وہ باہر آگئی۔

"کہاں رہ گئی تھیں...ارے یہ کیا... کیا تمہارا کہیں اور بھی جانے کا ارادہ ہے؟" آمنہ بیگم جو لان چیئر پر بیٹھی اس کا انتظار کر رہی تھیں' اٹھتے ہوئے بولیں اور ساتھ ہی اسے شال لپیٹے دیکھ کر اس سے سوال بھی کر ڈالا۔

"نہیں... کہیں بھی نہیں جانا۔" اس نے مختصر سا جواب دے کر قدم باہر کی جانب بڑھا دیے۔

"آنٹی! کیا عائشہ باجی گھر میں ہیں؟" سلام کے بعد وہ کچھ ہچکچاتے ہوئے بولی۔

"جی بیٹا! وہ اپنے کمرے میں ہے۔ آپ چلی جاؤ بلکہ ٹھہرو میں سکینہ ماسی سے کہتی ہوں' وہ تمہیں پہنچا دے گی۔" اور پھر سکینہ اسے عائشہ کے روم تک لے گئی۔

اندر کمرے میں عائشہ کمپیوٹر پر کچھ کام کر رہی تھی کہ نمل دروازے پر دستک کر کے اندر داخل ہوئی۔ "آؤ نمل بیٹھو۔" وہ کمپیوٹر بند کر کے نمل کی طرف مڑی۔

"کچھ اسائنمنٹ مکمل کرنے تھے' اس لیے وہ کر رہی تھی۔"

"آپ...آپ پڑھتی بھی ہیں؟" نمل حیران تھی۔ وہ سمجھتی تھی کہ پردے میں کوئی بیک ورڈ اور دقیانوس قسم کی عائشہ ہو گی جو صرف دین' دین اور دین کرنے والی ہو گی اور اس کو دنیا سے کوئی سروکار نہ ہو گا۔

"ہاں جی! بی کام کے فائنل میں ہوں۔" عائشہ نے جواب دیا۔

"آپ پردہ بھی کرتی ہیں اور پڑھتی بھی ہیں...؟" نمل کی حیرانی ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔

"ارے بابا... پردے میں پڑھنا منع تھوڑی ہے۔ میں تو گرلز کالج میں پڑھتی ہوں' اس لیے پردے کا اتنا مسئلہ نہیں ہوتا۔ ایک کلاس ہمارے سر لیتے ہیں۔ میں سب سے پیچھے جا کر بیٹھ جاتی ہوں اور اسی طرح عبایا پہن لیتی ہوں۔"

"آپ 'سر' سے بھی پردہ کرتی ہیں؟" وہ اب بھی حیران تھی۔

"تو 'سر' بھی تو نامحرم ہیں ناں... اس لیے۔" عائشہ نے اس کی حیرانی دور کرتے ہوئے کہا۔

"ہوں..." نمل کے سر پر سے "نامحرم" کا لفظ ایسے ہی گزر گیا۔

"عائشہ آپی... آپ مجھے ٹیوشن پڑھا دیں گی ریاضی کی؟ مجھے ریاضی بہت مشکل لگتی ہے۔" نمل ڈرتے ڈرتے بولی کہ کہیں وہ منع نہ کر دے۔

"بالکل پڑھا دوں گی گڑیا۔" عائشہ نے حامی بھری۔

نمل عائشہ کے پاس وقت گزارنا چاہ رہی تھی۔ یہ وہی نمل تھی جو اس سے کھنچی کھنچی سی رہتی تھی مگر آج خود بخود اس کی طرف کھنچی چلی آ رہی تھی۔

اچانک نمل کا موبائل بجا' جو اس کے برابر ہی رکھا تھا۔ عائشہ کی نظر بھی اس پر پڑ گئی۔ اس پر بڑا سا اسد لکھا تھا اور ساتھ میں ایک لڑکے کی تصویر بھی نظر آ رہی تھی۔ نمل ڈر گئی کہ کہیں عائشہ اسے کھری کھری نہ سنا دے اور اسے ٹیوشن پڑھانے سے بھی انکار نہ کر دے۔ اس نے جلدی سے کال ڈراپ کر کے موبائل اپنی ٹانگ کے نیچے دبا دیا اور عائشہ کو دیکھنے لگی جب کہ عائشہ یہ سب دیکھ کر بھی انجان بنی رہی اور اپنا چہرہ دوسری طرف پھیر لیا۔

"تو پھر گڑیا... آپ ٹائمنگ سیٹ کر لو ٹیوشن کی۔" عائشہ نے اس موضوع پر بات نہ کی تو نمل نے شکر کا سانس لیا کہ اس نے دیکھا نہیں اور اس نے دل میں پکا ارادہ کر لیا کہ اب اسد کی تصویر ہٹا دے گی۔

گھر آکر بھی نمل' عائشہ کے بارے میں سوچتی رہی۔ اسے ایسے محسوس ہوا جیسے گرم تپتے ہوئے صحرا میں ٹھنڈی پھوار برس پڑی ہو۔

ادھر مسز عبدالرزاق' آمنہ بیگم کو عائشہ کے لیے آنے والے رشتے کے بارے میں بتا رہی تھیں کہ لڑکا عالم تھا اور گورنمنٹ جاب بھی کرتا تھا۔ متوسط گھرانے سے آیا ہوا رشتہ تھا' جس سے تقریباً سب ہی راضی تھے۔

آپ نازوں میں پلی بڑھی اپنی بیٹی کی ایسی جگہ تو شادی کریں' جہاں اسے مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ میرے جاننے والوں میں ایک ایسا لڑکا ہے۔ وہ اچھے کھاتے پیتے لوگ ہیں اور لڑکا مانو تو ایسا خوبصورت ہے کہ کیا بتاؤں...؟ بالکل چاند اور سورج کی جوڑی لگے گی۔ اگر آپ کہیں تو میں لے آؤں انہیں؟" آمنہ بیگم ایسی جگہ کا سن کر پریشان ہو گئیں' پھر انہیں مسز صدیقی کا خیال آیا کیوں کہ وہ بھی اپنے بیٹے کے لیے رشتہ ڈھونڈ رہی تھیں۔

"اچھا جی! ویسے لڑکا کیا کام کرتا ہے مسز فصیح؟" مسز عبدالرزاق نے پوچھا۔

"کام...! میرے خیال میں کسی کمپنی میں ہے۔ ارے آپ کام کو کیا دیکھ رہی ہیں؟ یقین کریں کہ آپ کی بیٹی وہاں عیش کرے گی عیش۔ وہ شریف لوگ ہیں اور اس سے زیادہ اور کیا چاہیے ہوتا ہے؟" آمنہ بیگم نے تفصیل سے بتایا۔

"آپ پہلے اس لڑکے کے کام کے بارے میں معلومات کر لیں کہ کام کس نوعیت کا کرتا ہے؟ پھر میں اس کے بابا سے مشورہ کر کے آپ کو بتاتی ہوں۔" مسز عبدالرزاق نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"چلیں ٹھیک ہے۔ میں کل ہی معلومات کر کے آپ کو بتاتی ہوں۔" مسز فصیح نے جواب دیا۔

آمنہ بیگم نے جونہی مسز صدیقی سے مسز عبدالرزاق کا ذکر کیا تو مسز صدیقی تو ہتھیلی پر سرسوں جمانے لگیں اور ان کے ساتھ اسی وقت مسز عبدالرزاق کے ہاں جانے کے لیے کھڑی ہو گئیں۔

"آپ بلائیں تو بیٹی عائشہ کو۔ ویسے میں نے اسے بچپن میں دیکھا تھا۔ حد ہے کہ مجھے اب تک یاد کیوں نا آئی اس کی۔" چند ادھر ادھر کی باتوں کے بعد مسز صدیقی نے عائشہ سے ملنے کی خواہش کی۔

"السلام علیکم!" سادے سے لباس میں بنا کسی میک اپ کے عائشہ نماز کی طرح دوپٹہ باندھے کمرے کے اندر داخل ہوئی۔ اسے دیکھتے ہی

(جاری ہے۔)

ساس بہو

اہلیہ شاہ زیب

پیار سے بڑھ کر نہیں دنیا میں کوئی شے
مل گئی یہ روشنی تو آئینہ ہو جاؤ گے
گفتگو میٹھی کرو، ہر ایک سے جھک کر ملو
دشمنوں کے واسطے بھی دل رُبا ہو جاؤ گے

بلاشبہ مرد کی سمجھ داری کسی بھی گھر کو بنائے رکھنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ماں اور بیوی کے درمیان توازن برقرار رکھنے سے ہی گھر میں سکون رہ سکتا ہے' ورنہ اگر مرد کا جھکاؤ کسی بھی ایک طرف زیادہ ہو جائے تو پھر وہ گھرانہ انتشار سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔

ایسی صورت میں عورت کا کیا کردار ہونا چاہیے؟اور وہ کون سے عوامل ہیں'جو اس گھر کو ٹوٹنے سے محفوظ رکھ سکتے ہیں؟اس ضمن میں اگر دیکھا جائے تو بحیثیتِ بہواور بحیثیتِ ساس دونوں کی اپنی اپنی اہم ذمہ داریاں ہیں' جنھیں نبھانا بہت ضروری ہے۔عموماً سسرالی تعلقات کو نبھانا اس لیے مشکل ہوتا ہے کہ ہم دین کو اپنی زندگی سے دور رکھتے ہیں۔دین کا تعلق ہماری ذاتی زندگی سے زیادہ ہماری معاشرتی زندگی سے ہے۔"بے دین بد اخلاق" دین کو وہ نقصان نہیں پہنچاتا' جو نقصان "دین دار بد اخلاق" پہنچاتا ہے۔اخلاق کا تعلق صرف گھر سے باہر تک کے لیے نہیں ہوتا' بل کہ اصل اخلاق تو کسی بھی انسان کے اس کے گھر میں نظر آتے ہیں۔نبی کریم ﷺ نے 40سال تک اپنے اخلاق کے ذریعے لوگوں کے دلوں کو جیتا تھا۔یہی وجہ تھی کی جب انھوں نے دین کی دعوت دی تو جوان کے سب سے زیادہ قریب تھے' وہ سب سے پہلے ان پر ایمان لائے' مگر افسوس کہ آج ہم دین داری کے ان اخلاق سے عاری ہیں اور تعجب کی بات ہے کہ پھر بھی ہم دین دار ہیں۔

نہ آج کی بہو کو پیارے نبی ﷺ کا فرمان یاد ہے کہ اَلْخَلْقُ عَیَالُ اللهِ کہ مخلوق اللہ کا کنبہ ہے۔)نہ آج کی ساس کو یاد ہے کہ اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَةُ (کہ دین خیر خواہی کا نام ہے۔)

بہو بھی بھول گئی کہ خَیْرُکُمْ لِاَهْلِهٖ (تم میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہے۔)اور ساس بھی بھول گئی کہ اَکْمَلُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا (کامل مؤمن حسنِ اخلاق والا ہوتا ہے۔)

بہو کو بھی خیال نہ رہا کہ مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللهُ (جو اللہ کے لیے جھکے گا اللہ اسے بلندیاں عطا کرے گا۔)اور ساس کو بھی خیال نہ رہا کہ اَلْکِبْرُ رِدَائِیْ (تکبر میری چادر ہے۔)اور یہ صرف اللہ ہی کو زیبا ہے۔

مَنْ لَّمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا وَلَمْ یُوَقِّرْ کَبِیْرَنَا فَلَیْسَ مِنَّا (جو چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا اور بڑوں کی عزت نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں۔) ساس اور بہو کو یہ حدیث تو یاد ہے' مگر یہ یاد نہیں کہ بہو صغیر میں داخل ہے اور ساس کبیر میں۔نہ ساس بہو پر رحم کرتی ہے اور نہ بہو ساس کی عزت کرتی ہے۔

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَیَدِهٖ (مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔) لیکن آج ساس کی زبان کے شر سے بہو محفوظ نہیں اور بہو کی زبان درازی سے ساس۔

اَحِبَّ لِاَخِیْكَ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ (اپنے بھائی کے لیے وہ پسند کرو'جو اپنے لیے پسند کرتے ہو۔) نہ بہو یہ سوچتی ہے کہ آج بوڑھی ساس کو میری اور اپنے بیٹے کی ضرورت ہے' آج میں ان کے کام نہیں آئی تو کل جب مجھے ضرورت ہو گی تو کوئی بھی میرے کام نہیں آئے گا۔میں نے کون سا ہمیشہ جوان رہنا ہے۔آج جو میں اپنے ساس اور سسر کے ساتھ کر رہی ہوں' اگر وہی میرے بھائی بھابھی میری ماں کے ساتھ کریں تو مجھے کیسا لگے گا؟

نہ ساس سوچتی ہے کہ یہ بھی تو جوان ہے۔اس کی بھی وہی آرزوئیں اور اُمنگیں ہیں جو جوانی میں میری تھیں یا آج میری بیٹی کی ہیں۔جس طرح میں اپنی بیٹی کے لیے چاہتی ہوں کہ وہ بار بار میرے گھر آئے' اسی طرح بہو کی ماں بھی تو اپنی بیٹی سے ملنے کے لیے تڑپتی ہو گی۔

میری بیٹی گھومنے جائے تو میں خوش ہوتی ہوں' لیکن جب بہو گھومنے جاتی ہے تو پھر مجھے برا کیوں لگتا ہے۔بیٹی خرچا کرتی ہے تو اچھا لگتا ہے اور بہو کرے تو اسراف۔بیٹی بیمار ہو تو بے چاری لگتی ہے او بہو بیمار ہو تو (بقیہ ص 27 پر)

باپ کا بیٹی کے نام خط نمبر 22

جہیز ایک تجزیہ

محمد دانش

میری سعادت مند بیٹی۔ہزار ہا دعائیں

بیٹی!جہیز کی رسم ختم کرنے کے لیے اجتماعی طور پر اگر ہم مصمم ارادہ کر لیں اور اپنی عملی زندگی میں چند اقدامات کر لیں تو انشاء اللہ تعالیٰ ہم اس ہندوانہ رسم کو ختم کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔اکثر والدین جہیز اس لیے دیتے ہیں کہ لڑکیوں کو سسرال میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے،شوہر اور خاندان کی نظر میں عزت بڑھے اور بھاری بھر کم چیزیں لانے کی وجہ سے وہ دیورانیوں،جٹھانیوں میں ممتاز نظر آئیں اور سسرال میں ان کا رعب اور دبدبہ ہو۔یہ سوچ بالکل غلط ہے۔لڑکیاں سسرال میں عزت و وقار اپنے سگھڑپن سے اور اعلیٰ اخلاق سے حاصل کرتی ہیں نہ کہ قیمتی جہیز سے۔

ہمارے معاشرے میں رسم ورواج کی پابندی نہایت ضروری سمجھی جاتی ہے۔لوگ سمجھتے ہیں کہ جہیز نہ دیا تو معاشرے،خاندان اور برادری میں ان کی ناک کٹ جائے گی اور ان کی عزت پر حرف آئے گا۔ صحیح معنوں میں عزت دین اسلام پر چلنے میں اور سسرال والوں کے ساتھ محبت سے پیش آنے اور ان کا دل جیتنے میں ہے نہ کے بھاری بھر کم جہیز دینے میں۔ہمیں اس سوچ کو بدلنا ہو گا۔

جہیز کی رسم ختم کرنے کے لیے لڑکے کے والدین پر لازم ہے کہ اپنے بیٹوں کی تربیت کے دوران انہیں یہ بات ذہن نشین کرائیں کہ بیوی کے جہیز اور اس کی دیگر ملکیت پر نظر رکھنا شوہر کی عزت نفس اور غیرت کے منافی ہے۔مردوں کو اپنی کمائی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔بیوی کو حسب توفیق ضروریات زندگی مہیا کرنا شوہر کی ذمہ داری ہے اگر بیوی اپنی ملکیت سے خوش دلی سے کچھ خرچ کرنا چاہے تو یہ اور بات ہے،ویسے اس کی ذمہ داری نہیں۔اس لیے شوہر کے لیے جہیز کا مطالبہ کرنے کا کوئی دینی یا اخلاقی جواز ہی پیدا نہیں ہوتا۔

سماجی برائیاں اس وقت تک دور نہیں ہو سکتیں جب تک کہ پورا معاشرہ ان کو ختم کرنے کے لیے متحرک نہ ہو جائے۔جہیز کا مسئلہ بھی اسی طرح کا ہے۔لہٰذا اس ضمن میں میری تجویز یہ ہے کہ حکومتی اور نجی دونوں سطحوں پر جہیز کے لین دین کے خلاف ایک تحریک چلائی جائے اور اس تحریک کے تحت جہیز کا مطالبہ کرنا جرم قرار دیا جائے اور باقاعدہ قانون سازی کے ذریعے اس کی سزا بھی رکھی جائے۔

پیاری بیٹی!یہ تھیں جہیز سے متعلق میری چند باتیں اور اس پر معاشرے کا رد عمل۔جہیز کے لین دین کی وہ خامیاں جس نے معاشرے کا سکون برباد کر کے رکھ دیا ہے،کو ختم کرنے کے لیے پوری قوم کو متحرک ہونا چاہیے۔آئیے!اپنے پیارے نبی ﷺ کی اس حدیث کی روشنی میں کہ "وہ نکاح بہت بابرکت ہے جس کا بار کم سے کم پڑے" اس پیغام کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ہم سب آگے بڑھیں اور جہاں بھی جس سطح پر بھی ہم ہیں وہاں سے اس سوچ کو معاشرے میں پھیلائیں تاکہ جہیز اور دیگر غیر ضروری رسموں سے معاشرے کو پاک کرنے میں ہم اپنا کردار ادا کر سکیں۔

دعا گو
آپ کے ابو

Omega Mall
36

پیارے بچوں کے لیے پیاری سی نظم

ریٹ تیرے سن کے میں تو حیران رہ گیا
صفائی کی فیس پوچھی تو پریشان ہو گیا
تیری قربانی تو عید کو ہو گی بکرے میاں
میں تو مگر، عید سے پہلے ہی قربان ہو گیا

پیارے پیارے بچوں کو بکرا عید مبارک ہو
کس کس کو بکرا باہر گھمانے کا شوق ہے؟
جی... تو سب ہی بچوں کو شوق ہے۔
کیا آپ کو بکرا عید پر قربانی کا مقصد معلوم ہے؟
جی پیارے نبی حضرت ابراہیمؑ کی سنت ہے۔
اللہ سے محبت میں... اللہ کی اطاعت میں
وہ اپنے پیارے بیٹے کو قربان کر رہے تھے۔
جی ہاں! بکرا عید کا سب سے بڑا سبق اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری ہے "کام چاہے کوئی بھی ہو اور چاہے وہ ہمیں سمجھ بھی نہ آرہا ہے" لیکن
اسے اللہ کا حکم سمجھ کر سر جھکا کر ماننا ضرور ہے۔
مانیں گے ناں سب بچے ان شاء اللہ...؟

میں ایک بکرا ہوں!
دنبا میرا دوست ہے
گائے میری چچی ہے
اونٹ میرا ماموں ہے
بچوں کا میں دوست ہوں
قصائی میرا دشمن ہے
کالی کالی سرمے والی
آنکھوں سے جب گھورتا ہے
میں... مے مے کرتا ہوں
کرتے ہیں جب بچے تنگ
سینگیں اپنی مارتا ہوں
چاندرات والے دِن
خواب مجھ کو آتے ہیں
چھریاں لے کے قصائی
مجھ کو خوب ڈراتے ہیں
رب کی رضا میں راضی ہوں
میں ایک بکرا ہوں

ماہنامہ فہمِ دین
ستمبر کے نئے سوالات

سوال نمبر 1: سلیمان بن اشعثؒ کس امام کا نام ہے؟
سوال نمبر 2: ماسٹر اُلّو کیا سبق دیتا ہے؟
سوال نمبر 3: پنی اور نکی نے کیا دعا کی تھی؟
سوال نمبر 4: ذونی نے ارم کو کیا خاص تحفہ دیا؟
سوال نمبر 5: رات کو سوتے وقت انسانی جسم سے کونسے cells خارج ہوتے ہیں؟
سوال نمبر 6: حضرت ابراہیمؑ جب حضرت اسماعیلؑ کو قربان گاہ لائے تو حضرت اسماعیلؑ نے اُن سے کیا فرمائش کی؟

جولائی کے سوالات کے جوابات

سوال نمبر 1: جی ہاں
سوال نمبر 2: ابو عبدالرحمان
سوال نمبر 3: تین انگلیوں سے
سوال نمبر 4: آپ ﷺ نے اونٹ کے قریب بیٹھ کر اپنا گھٹنا مبارک کھڑا فرما دیا، جس پر پاؤں رکھ کے حضرت صفیہؓ اونٹ پر سوار ہو گئیں
سوال نمبر 5: امام ابو حنیفہؒ

جولائی کے سوالات کا درست جواب دے کر انعام جیتنے والے تین خوش نصیبوں کے نام

1... محمد مصطفیٰ نور، 9 سال، شعبہ حفظ، کراچی
2... مراد بی بی، 7 سال، کلاس سوئم، گوادر
3... ہاجرہ ضیا، عمر 11 سال، پنجم، کراچی

ان میں سے ہر ایک کو 300 روپے نقد اور ماہنامہ فہمِ دین مبارک ہو۔

نوٹ: آپ کا بنایا ہوا پیارا سا فن پارہ ہو یا سوالات کے جوابات ہوں اس کے ساتھ اپنا نام، عمر، کلاس، ایڈریس اور فون نمبر ضرور لکھیے گا، ورنہ وہ قابلِ اشاعت نہیں ہو گا۔ اور پھر اسے ماہنامہ فہمِ دین کے ایڈریس پر پوسٹ کر دیں، یا پھر وٹس اپ کے ذریعے 0304-0125750 پر ہمیں سینڈ کر دیں۔

نوٹ: پیارے بچو! اس صفحے پر جو سوالات آپ سے پوچھے جاتے ہیں، ان کے جوابات ایک شمارہ چھوڑ کر اگلے شمارے میں ذکر کیے جائیں گے، تاکہ زیادہ سے زیادہ بچوں کے جوابات وصول ہو سکیں، پھر درست جواب دینے والوں کے نام بھی بتائیں گے اور اوّل، دوم، سوم کے لیے انعامات کا بھی۔

سنت سیریز

قربانی کا بکرا

اہلیہ محمد فیصل

عمر اپنے بکرے کی رسی پوری طاقت سے کھینچے جا رہا تھا، جب کہ بکرے میاں ٹس سے مس نہیں ہو رہے تھے، بل کہ عمر کے اس طرح زور لگانے پر بکرے کی گردن میں رسی کی وجہ سے زخم ابھر رہا تھا اور بکرے کے چہرے پر تکلیف کے آثار واضح ہو رہے تھے۔

دراصل بقر عید کی آمد آمد تھی۔ ہر طرف گائے، بکرے کے باڑے بنے ہوئے تھے۔ بچے کیا، بڑوں میں بھی ایک جوش نمایاں تھا اور آج کل ہر کسی کو اپنے جانوروں کو دوسرے جانوروں کے ساتھ بھگا کر مقابلہ کروانے کا بے حد شوق چڑھا ہوا تھا۔ اسی شوق میں عمر بھی پیش پیش تھا۔ عمر انصر کے پڑوس میں رہتا تھا اور آج جب عمر بکرے کو اتنا زور دے کر کھینچ رہا تھا تو انصر سے رہا نہ گیا۔

"عمر! کیا تم جانتے ہو؟ تمہارے اس طرح زور آزمائی سے بکرے کو کس قدر تکلیف پہنچ رہی ہے، اگر تم اس پر رحم کرو گے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تم پر رحم کرے گا اور ناحق تکلیف دو گے تو اس کی پوچھ ہو گی۔"

"کیا مطلب؟" عمر نے انصر کی بات سن کر چونک کر کہا۔

حضرت ابو عمامہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص ذبیحہ کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو شفقت و رحمت کا معاملہ کرے گا خدائے پاک قیامت میں اس پر رحم فرمائے گا۔" (ادب المفرد)

اسی طرح حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "بکریوں کی خوب خدمت کرو۔ اس کی تکلیف دہ چیز دور کرو کہ یہ جانور جنت میں سے ہے۔" (مجمع جلد)

یعنی اس کے جسم پر اگر کیڑے آجائیں تو ان کو دور کر دو، زخم وغیرہ ہو جائے تو اس کو دھوؤ، صفائی وغیرہ کرو، مرہم پٹی کر دو۔ یہ سب سنت اور اجر کی نیت سے کرو۔

"تو آؤ! اب تمہارے بکرے کے نہ چلنے کا مسئلہ معلوم کریں۔" انصر بولا تو عمر چونکا۔ "تم اس کے کان چیک کرو، میں اس کے پیروں کے تلے دیکھتا ہوں۔" دیکھا تو واقعی بکرے کے ایک پاؤں کے نیچے کیڑے پڑ رہے تھے۔ انصر نے دستانے پہن کر پٹرولیم جیلی اور ململ کے کپڑے سے ان کو صاف کیا اور وہاں دوائی لگائی۔ پھر عمر کے بے دردی سے کھینچنے پر گردن پر جو زخم پڑ گیا تھا، اس پر مرہم لگایا اور بکرے کو چارہ پانی دے کر باندھ دیا۔

شام کو عمر نے انصر کے دروازے پر دستک دی۔ عمر کے خوشی سے چمکتے چہرے اور ساتھ ہی بکرے میاں کی مَیں مَیں نے انصر کو سب سمجھا دیا۔ عمر نے انصر کا شکریہ ادا کیا اور اپنے سب دوستوں کو جانوروں سے حسنِ سلوک اور ان بے زبانوں کے مسئلے کو سمجھنے اور جاننے کے متعلق سنت کے ساتھ رہنمائی کرنے کا وعدہ کیا۔

انصر نے عمر کی بات سن کر بے اختیار "الحمد للہ" کہا۔

کاش! سب بچے قربانی کے بے زبان جانوروں کو پیار سے سمجھائیں۔

Parvaiz Umer

41

ژ ایک حرف ایک کہانی

ژیان پور ایک ایسا گاؤں تھا جہاں لوگوں کو بہت غصہ آتا تھا۔ ہر کوئی چھوٹی چھوٹی باتوں پر ایک دوسرے پر غصہ کرتا تھا۔ لوگوں کے دلوں سے ہمدردی اور محبت ختم ہو گئی تھی۔ ژوار کے دادا جی بڑے حیران تھے۔ وہ ایران میں رہتے تھے۔ اس دن مشرق سے سرخ سورج طلوع ہوا تھا۔ جنوبی تیز ہوائیں سب کے چہروں کو چوم رہی تھیں۔ بید کے درخت جھوم رہے تھے۔ ژوار کے ابا ٹریکٹر لے کر کھیتوں کی طرف جا رہے تھے۔ آج گندم کی اگائی تھی۔ ژوار کا بڑا بھائی ژاری اسپرے کی ٹنکی لے کر جا رہا تھا۔ اسے کپاس کے کھیت میں کیڑے مار دوا چھڑکنا تھی۔ ژوار کی اماں اسے اسکول بھیج رہی تھیں۔ اماں اسے کہہ رہی تھیں: "اسکول میں خوب دل لگا کر پڑھنا تم ایک اچھے بچے ہو۔" ژوار برابر ٹھنک رہا تھا۔ آج اس کا اسکول جانے کا دل نہیں کر رہا تھا۔ اس کی ننھی منی بہن زرتاشہ ہاتھ ہلا ہلا کر اسے ٹا ٹا کر رہی تھی۔ اتنے میں دروازے پر ایک ژولیدہ آدمی بھیک مانگتے ہوئے اندر آیا۔ دادا جی پودوں کو پانی ڈال رہے تھے۔ وہ ایک ژرف نگاہ انسان تھے۔ وہ جان چکے تھے کہ یہ فقیر نہیں بل کہ ایک جادوگر ہے۔ دادا جی نے ایران میں ژند زبان سیکھی تھی۔ وہ فقیر اسی پرانی ایرانی زبان میں منتر پڑھ رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ژاژ تھی۔ اس کے پیچھے اونٹ کھڑا ژاژ کھا رہا تھا۔ اس نے ژند اوڑھ رکھی تھی۔ دادا جی جانتے تھے کہ وہ گاؤں کو ژولیدہ کر دینا چاہتا ہے۔ وہ ایک ژیانی آدمی تھا جو برابر منتر پڑھ رہا تھا۔ کچھ ہی دیر بعد ژیان پور میں سب لوگ پتھر کے ہو چکے تھے۔ جو جہاں تھا، وہ وہاں رک گیا تھا۔ دادا جی ژند زبان میں منتر کا توڑ کر رہے تھے اس لیے جادو ان پر اثر نہیں کر سکا تھا۔ ژیان پور گاؤں کے چاروں طرف سناٹا تھا۔ ایسی خاموشی تھی جس سے خوف آ رہا تھا۔ جادوگر سب کو پتھر کا بنا کر خود غائب ہو چکا تھا۔ ژیان پور میں آپس کے جھگڑوں سے یہ مصیبت آئی تھی۔ دادا جی رو رو کر ہر آدمی کے کان میں بس یہ ہی کہہ رہے تھے کہ "جو لوگ بات بے بات پر غصہ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہو جاتا ہے اور ان پر ایسی آفت آجاتی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ سے توبہ کرو اور اس سے سچے دل سے معافی مانگو۔" شام ہونے والی تھی۔ ژیان پور والوں کی طرف سے دادا جی نے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی۔ تھوڑی ہی دیر میں تیز ہوائیں چلنا شروع ہو گئیں اور بادل سرخ ہو گئے۔ آندھی کے آثار نظر آنے لگے پھر بوندیں برسنا شروع ہو گئیں۔ ابھی تک سب اپنی اپنی جگہ پر پتھر بنے کھڑے تھے۔ بوندوں میں تیزی آگئی۔ بارش کا پانی ٹھنڈی ہواؤں سے جم کر اولے بن کر گرنے لگا۔ ژالہ باری کے ہونے پر پتھر کے لوگوں میں جان پڑ گئی۔ ہر آدمی خود کو بچاتا ہوا اپنے گھر کی طرف دوڑنے لگا۔ اس ژالہ باری نے ژیان پور کے لوگوں کو سبق سکھا دیا۔ انہوں نے چھوٹی چھوٹی باتوں پر غصہ ہونا چھوڑ دیا۔ اب سب آپس میں مل جل کر رہتے ہیں اور ایک دوسرے کا خیال رکھتے ہیں۔ بچے بھی اب خوشی خوشی اسکول جاتے ہیں۔

ژالہ باری	آسمان سے اولے گرنا	ژرف نگاہ	تیز نظر
ژولیدہ	الجھے ہوئے بالوں والا	ژیان	غصے والا
ژاژ	کانٹے دار جھاڑی	ژند	قدیم ایرانی زبان
ژیانی	جھوٹا، مکار		

حرمِ پاک

جوہر عباد

الٰہی! کیا دربار تیرا حرم ہے!
سبھی جن و انس و ملک سے بزم ہے
نہیں کوئی فرقِ عرب اور عجم ہے
کروں جتنی تعریف اُتنی ہی کم ہے

ہے مرکز کے دنیا میں موجود ایسے
کہ ہو چاند تاروں کے جھرمٹ میں جیسے
یہاں کا نظارہ ہی مثلِ اِرم ہے
کروں جتنی تعریف اُتنی ہی کم ہے

جو پڑتی ہے پہلی نظر کیا بتائیں
تو سب جانتا ہے تجھے کیا سنائیں
زبان میں ہے طاقت نہ لفظوں میں دَم ہے
کروں جتنی تعریف اُتنی ہی کم ہے

حرم میں ہے بکھرا ہوا نور تیرا
جہاں دیکھو جلوہ ہے مستور تیرا
ترے در کا ہر گوشہ ہی محترم ہے
کروں جتنی تعریف اُتنی ہی کم ہے

نگاہوں کی ٹھنڈک غلافِ حرم ہے
سکونِ دل و جاں طوافِ حرم ہے
یہاں پر زمانے کا نہ کوئی غم ہے
کروں جتنی تعریف اُتنی ہی کم ہے

تجلی لُٹاتا ہے یوں بابِ کعبہ
کہاں لا سکا ہے کوئی تاب کعبہ
کیا تیرا جلال اور جاہ و حَشم ہے
کروں جتنی تعریف اُتنی ہی کم ہے

حریمِ حرم ہر مسلماں کی منزل
سعادت ہے پڑھنا یہاں پہ نوافل
یہ کعبے کا حصہ خدا کی قسم ہے

کروں جتنی تعریف اُتنی ہی کم ہے

کیا رونق لگی ہے تیرے در پہ مولا
کیا ملتی خوشی ہے تیرے در پہ مولا
یہ تیری عنایت ہے تیرا کرم ہے
کروں جتنی تعریف اُتنی ہی کم ہے

دعا ہے الٰہی مرے دِل کی از حد
کہ جوہر بھی لے بوسۂ حجرِ اسود
ہمیشہ ہی رکھتا تو میرا بھرم ہے
کروں جتنی تعریف اُتنی ہی کم ہے

میرے نبی ﷺ پہ جو اتری کتاب باقی ہے

ارسلان اللہ خان

سُکوں کہاں ہے، وہی اضطراب باقی ہے
فرعونِ وقت کا اب بھی حساب باقی ہے
مجھے مٹائے گا کیسے یہ کفر اور اِلحاد
میرے نبی ﷺ پہ جو اُتری کتاب باقی ہے
نہیں ہے اب بھی مکمل تقاضائے انصاف
کہ محتسب کا ابھی احتساب باقی ہے
ہوا ہے مسجدِ خیرُ الانام ﷺ پر حملہ
اب اس سے زیادہ بھی کیا کچھ خراب باقی ہے
بھلے ہی عیش و مسرت میں ہو یہاں نمرود
بروزِ حشر حساب و کتاب باقی ہے
عجب ستم ہے کئی قافلوں کو بھٹکا کر
یہ حرص اور ہوس کا سُراب باقی ہے
نہیں ملے گی تجھے حق کی معرفت جب تک
اَنا کے بت کا، حسد کا حجاب باقی ہے
ہے کفر ایک تو مومن جدا جدا کیوں ہیں
یہ وہ سوال ہے، جس کا جواب باقی ہے
اے ارسلانؔ! یقین ہے عروج آئے گا
کہ مومنوں میں ابھی آب و تاب باقی ہے

گلدستہ

حمد باری تعالیٰ

کونین کی ہر شے میں وہی جلوہ نما ہے
جتنی بھی ہو توصیفِ خدا، حق ہے، بجا ہے
یہ ارض، یہ تُمہارا، یہ صحرا، یہ گلستاں
جو کچھ بھی ہے سب اُس کا کرم اُس کی عطا ہے
ہر گُل کے تبسم میں عیاں حُسن ہے اُس کا
بلبل کے ترنم میں نہاں اس کی صدا ہے
ہر مرحلِ دشوار کو کرتا ہے وہ آساں
وہی قادرِ مطلق ہے، وہی عقدہ کشا ہے
وہ سب طلب سب کو عطا کرتا ہے روزی
مومن ہے کہ کافر ہے، بُرا ہے کہ بھلا ہے
تحصیلِ زر و مال نہ شہرت نہ مراتب
اقبالؔ کا مقصود فقط اُس کی رضا ہے

سید اقبال عظیم

مدحت کا گلاب

رونما جب ہو گیا دنیا میں رحمت کا گلاب
ہر شجر پر کھِل اُٹھا حق کی عبادت کا گلاب
حشر میں کیوں کر نہ ہو، مجھ کو بھی امیدِ نجات
میرے ہونٹوں پر سجا رہتا ہے مدحت کا گلاب
جلوہ گر دل میں اگر ہو الفتِ میر اویسؒ
گلشنِ ہستی میں کھِل اُٹھے اطاعت کا گلاب
اے شہِ کون و مکاں! اے شافعِ روزِ جزا!
میرے دامن میں بھی رکھ دیں اب عنایت کا گلاب
آبیاری خون سے امت نے کی ہے دوستو!
کب کھِلے گا ملک میں حکمِ شریعت کا گلاب
نفرت، بغض و عداوت کا بھی ہو گا خاتمہ
باغِ دل میں کھِل اُٹھے جب بھی محبت کا گلاب
ہو ادا شاہِ امم پر اے حبیبؔ خوش ادا
یہ ترا حسنِ بیاں ہے یا فصاحت کا گلاب

قاری سید حبیب اللہ حبیبؔ

مال کا ڈھیر اور فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی دعا

حضرت عمر فاروق کے زمانے میں جب عراق فتح ہوا اور کسریٰ کے خزانے مسجد نبوی ﷺ میں لا کر ڈھیر کر دیے گئے تو حضرت فاروق اعظم نے ان کو دیکھ کر عرض کیا کہ یا اللہ آپ نے قرآن پاک میں یہ فرمایا کہ:

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ

ترجمہ: خوش نما معلوم ہوتی ہے لوگوں کو محبت مرغوب چیزوں کی، عورتیں ہوئیں، بیٹے ہوئے، لگے ہوئے ڈھیر ہوئے سونے اور چاندی کے، نشان لگے ہوئے گھوڑے ہوئے، مویشی ہوئے اور زراعت ہوئی۔ یہ سب استعمالی چیزیں ہیں دنیوی زندگی کی اور انجام کار کی خوبی اللہ ہی کے پاس ہے۔

یعنی لوگوں کے دلوں میں خواہشاتِ نفسانی کی محبت مزین کر دی گئی ہے، سونے چاندی کے ڈھیر وغیرہ کی محبت ڈال دی گئی ہے۔ اس لیے میں یہ دعا نہیں کرتا کہ یہ فطرت بدل دی جائے مگر میں یہ دعا کرتا ہوں کہ ان چیزوں کی محبت آپ کی محبت کے ماتحت اور آپ کی رضا جوئی میں معاون ہو جائے ہم سے یہ حسن عمل کام لیا جائے۔

(مجالس حکیم الامت از مفتی عبد الرؤف سکھروی ص ۳۳۶)

علم کی تعریف

علم وہ ہے کہ گناہ کرنے سے زائل ہو جاتا ہے اور گناہ کر کے کبھی حاصل نہیں ہوتا۔
اگر عقل اور اعلیٰ ذہنی کمالات علم ہوتا تو وہ فاسق کے ساتھ بھی جمع ہو جاتا ہے مثلاً کافر کے ساتھ بھی وہ موجود ہے اور عربی میں مہارت، عربی کے ادیب ہوتے ہیں ان کا لقب بھی عالم ہے اور اسی لیے یہ ہے کہ وہ اللہ والے ہیں تو یہ علم نہیں ہے۔
علم کی حقیقت وہ ہے جس کی نسبت قرآن کریم میں ارشاد ہے: **اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا** اسی کو روح بھی فرمایا ہے: **وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ** پس حقیقت میں یہی علم ہے۔ امام ابو حنیفہؒ نے کتنی کتابیں لکھی ہیں؟ بڑی نہیں مگر اللہ تعالیٰ نے قلب میں ایک نور عطا فرمایا تھا کہ جس کو بیان کرتے تھے بال کی کھال نکالتے تھے۔ ادب کی برکت سے بڑی چیز حاصل ہوئی، علم نصیب نہیں ہوتا اہل اللہ کی صحبت کے بغیر۔ (الحسن الاسلام مولانا اشرف علی تھانوی ص ۳۹)

آپ کے اشعار

توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے
آساں نہیں مٹانا نام و نشاں ہمارا
سالار کارواں ہے میرِ حجاز اپنا
اس نام سے ہے باقی آرامِ جاں ہمارا

ڈاکٹر علامہ محمد اقبال

بے پردہ کل جو آئیں نظر چند بیبیاں
اکبرؔ زمیں میں غیرتِ قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو ان سے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا؟
کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا

اکبر آلہ آبادی

یہ بزم مے ہے یاں کوتاہ دستی میں ہے محرومی
جو بڑھ کر خود اٹھا لے ہاتھ میں، مینا ہے اسی کا

شاد عظیم آبادی

جس طرف کی تان سنیے اک نرالا راگ ہے
شوقؔ، اپنی اپنی ڈفلی، اپنا اپنا راگ ہے

احمد علی شوق قدوائی

دیکھ آ کر مریضِ فرقت کو
رسمِ دنیا بھی ہے، ثواب بھی ہے

حسن بریلوی

لطف ہے کون سی کہانی میں
آپ بیتی کہوں کہ جگ بیتی

مرزا محمد ہادی رسوا

بڑے شوق سے سن رہا تھا زمانہ
ہمیں سو گئے داستاں کہتے کہتے

ثاقب لکھنوی

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

مولانا ظفر علی خان

اس دل کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دبائیں گے

صفی لکھنوی

تاریخِ اسلام سے واقفیت اور ”مولیرا“ کا قبولِ اسلام

جدید تعلیم یافتہ نوجوان لوگوں کو اسلام سے متاثر کرنے کا بہترین اور سب سے موثر طریقہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہیں ان کارناموں سے متعارف کروایا جائے، جو اسلامی تاریخ میں مسلمانوں نے سائنس، تہذیب و تمدن اور علوم و فنون کے میدان میں سرانجام دیے۔ اس سے اُن کے اندر اعتماد پیدا ہو گا۔ ہوتا یہ ہے کہ مغربی افکار اور ثقافت کی چمک بہت گہری ہوتی ہے اور اس کے مقابلہ میں اپنے ورثہ اور تاریخ کی واقفیت بھی نہیں ہوتی۔ اس عدم واقفیت کی وجہ سے اپنے ورثہ پر اعتماد نہیں ہوتا اور اس عدم اعتماد کی وجہ سے اپنے مستقبل سے مایوسی طاری رہتی ہے۔ دوسروں کے ورثہ سے خوب آگاہی ہوتی ہے۔ اس لیے اعتماد بھی انہیں کے مستقبل سے وابستہ رہنے پر ہوتا ہے۔ آپ ایک بچے سے شیکسپیئر کے بارے میں پوچھیں تو وہ خوب بتائے گا۔ شاید اس کے بہت سے اشعار بھی سنا دے۔ لیکن ذرا اس سے مولانا رومؒ کے بارے میں دریافت کر کے دیکھیں تو شاید اس نے نام بھی پہلی مرتبہ سنا ہو گا۔

میں ایک صاحب سے واقف ہوں، اسپینی مسلمان ہیں اور اسلام کے بہت پُرجوش مبلغ ہیں۔ اُن کے اثر و رسوخ سے تقریباً بیس ہزار اسپینی اسلام قبول کر چکے ہیں۔ اُن کا اسلام سے واسطہ اس طرح پڑا کہ ان سے اسپینی حکومت نے کہا کہ 1492ء میں اسپین میں مسلمانوں کا زوال ہوا تھا۔ اس لیے 1992ء میں مسلمانوں کے زوال کا پانچ سو سالہ جشن منایا جائے اور اس بات کی خوشی منانے کا اہتمام کیا جائے کہ مسلمان یہاں سے پانچ سو سال قبل نکالے گئے تھے۔ اُن صاحب سے کہا گیا کہ آپ اس سلسلے میں ایک کتاب مرتب کریں جس میں اس دور کے مسلمانوں کے مظالم اور ناانصافیوں کا تذکرہ ہو۔ جب انہوں نے مطالعہ شروع کیا تو انہیں محسوس ہوا کہ یہ کام عربی زبان سیکھے بغیر نہیں ہو سکتا، چنانچہ انہوں نے عربی زبان سیکھی اور مسلمانوں کی تاریخ پر کام کرنا شروع کر دیا۔ اس کام کے دوران میں وہ اپنے ذاتی مطالعہ سے اس نتیجے پر پہنچے کہ اسپین کی تاریخ کا سنہری اور زریں دور وہ تھا جب مسلمان یہاں حاکم تھے۔ علوم و فنون کا چرچا ہوا، ادارے بنے، بہترین عمارتیں تعمیر ہوئیں، مفید کتابیں لکھی گئیں۔ نہ مسلمانوں سے پہلے اس قدر کام ہوا تھا اور نہ مسلمانوں کے بعد ہوا۔ یوں انہیں اسلام سے دلچسپی پیدا ہو گئی۔ مسلمانوں کے کارنامے جاننے کا موقع ملا اور اس طرح اسلام پر اعتماد پیدا ہونا شروع ہوا۔ اب انہوں نے قرآن پاک کا مطالعہ شروع کر دیا، پھر حدیث کا مطالعہ کیا اور بالآخر اسلام قبول کر لیا۔ اپنا سابقہ منصوبہ ادھورا چھوڑ کر اسلام کی تبلیغ میں لگ گئے۔ انہوں نے اپنا نام عبد الرحمان رکھا۔ پورا نام عبد الرحمان مدینہ مولیرا ہے۔ میں اُن سے کئی بار ملا ہوں۔ میرے بہت اچھے دوست ہیں۔ اُن کے تجربے سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے اصل کمزوری ناواقفی اور اعتماد کا فقدان ہے۔ ہم مسلمانوں کو اپنی تاریخ کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے۔ اس سے

بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ کی دینی تعلیمی
اور رفاہی خدمات کی جائزہ رپورٹ

اخبار السلام

ستمبر 2016ء ذی الحجہ 1437ھ

بیت السلام ویلفیر ٹرسٹ کے تحت ملک بھر میں تعلیم کو عام کرنے والے 330 قرآنی مراکز میں پڑھنے والے بیس ہزار سے زائد طلبہ کا امتحانی جائزہ

بیت السلام ویلفیر ٹرسٹ کی طرف سے ان قرآنی مراکز کے امتحانات میں کامیاب ہونے والے پس ماندہ مگر ذہین پانچ ہزار چھ سو طلبہ کے لیے کپڑوں کے تحائف

صوبائی سطح پر منعقد ہونے والی تقسیمِ انعامات کی تقریب میں صوبائی وزیر راجہ اشفاق سرور نے انیس اطہر کو ایک گولڈ میڈل، 10,000 کیش اور شیلڈ سے نوازا

بیت السلام ویلفیر ٹرسٹ ملکِ عزیز پاکستان کے گوشے گوشے میں قرآنی مراکز قائم کر کے کتابِ ہدایت قرآن مجید کی تعلیم کو عام کرنے اور دین کا شعور کا بیدار کرنے میں مصروفِ عمل ہے۔ گزشتہ چھ سالوں میں بیت السلام ویلفیر ٹرسٹ کے تحت کام کرنے والے قرآنی مراکز کی تعداد 330 سے متجاوز ہو چکی ہے۔ ان قرآنی مراکز کی تعلیم کو معیاری بنانے کے لیے ٹرسٹ دو اہم کام کرتا ہے۔ ایک یہ کہ ہر ضلع کے نگران قرآنی مراکز ہر دو ماہ میں اپنے ضلع میں قائم قرآنی مراکز میں زیرِ تعلیم طلبہ کا امتحان لیتا ہے اور اُن کی تعلیمی جائزہ رپورٹ تیار کر کے اور اس کی روشنی میں بہتری کی سفارشات اور تجاویز مرتب کر کے جامعہ بیت السلام لنک روڈ کراچی میں قائم قرآنی مراکز کے مرکزی دفتر میں ارسال کرتا ہے۔ پھر ٹرسٹ دوسرا اہم کام یہ کرتا ہے کہ کراچی سے قرآنی مراکز کی ایک نگران ٹیم سال بھر میں تمام قرآنی مراکز کا دو دفعہ دورہ ضرور کرتی ہے اور اس ٹیم کے پیشِ نظر پاکستان بھر میں قائم تمام قرآنی مراکز کے دو ماہی جائزوں کے نمبرز بھی ہوتے ہیں۔ پھر یہ نگران ٹیم سال میں دو مرتبہ تمام قرآنی مراکز کا بذاتِ خود امتحان لیتی ہے اور ہر مرکز کی ایک سالانہ رپورٹ تیار کرتی ہے، جس کی روشنی میں ممتاز قرآنی مراکز کے اساتذہ اور طلبہ میں تقسیمِ انعامات کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ پھر اس میں یہ ہوتا ہے کہ بعض علاقوں میں ذہنی پسماندگی اور دین سے دوری زیادہ ہوتی ہے اور استاد کی زیادہ محنت کے باوجود بھی خاطر خواہ نتائج حاصل نہیں ہو پاتے، جب کہ بعض اضلاع میں تبلیغی جماعت کے کام کی وجہ سے دین سے دوری بھی زیادہ نہیں ہوتی اور ذہنی پسماندگی بھی زیادہ نہیں ہوتی، جس کی وجہ سے نسبتاً کم محنت سے بھی اچھے نتائج حاصل ہو جاتے ہیں، اس کا مختلف اضلاع کے نتائج پر فرق پڑتا ہے۔ اس فرق کو کنٹرول کرنے کے لیے قرآنی مراکز کی نگران ٹیم اسی ذہنی پسماندگی اور دین سے تعلق کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے مختلف اضلاع کے لیے کام یابی کا معیار اور میرٹ مختلف طے کرتی ہے اور اس حد تک پہنچنے والے طلبہ کرام کو سوٹوں کے تحائف سے نوازا جاتا ہے۔ الحمد للہ! اس سال بیت السلام قرآنی مراکز میں زیرِ تعلیم 20,000 سے زیادہ طلبہ نے اس امتحان میں شرکت کی، اور ان میں سے 5,600 طلبہ ممتاز نمبروں سے کام یاب قرار پائے، جنھیں بیت السلام ویلفیر ٹرسٹ نے ایک ایک سوٹ تحفے میں دیا۔

بیت السلام ویلفیر ٹرسٹ کا رمضان المبارک میں اپنے ماتحت چلنے والے مختلف شعبوں میں کام کرنے والے پسماندہ عملے کے لیے ریلیف پیکج

رمضان المبارک میں سحر و افطار کے لیے نقد رقم، عید کے لیے کپڑوں کے تحائف اور سات اضلاع میں قائم 67 قرآنی مراکز کے اساتذہ کے لیے دو ماہ کا راشن

بیت السلام ویلفیر ٹرسٹ رمضان المبارک میں اپنے عملے سمیت مختلف علاقوں کے پسماندہ خاندانوں کو ریلیف پیکج بھی دیتا ہے، تاکہ اُن کا رمضان بھی اچھا گزر جائے اور وہ عید کی تیاری بھی اچھے انداز میں کر سکیں، چناں چہ اس سال بیت السلام ویلفیر ٹرسٹ نے مختلف علاقوں میں اپنے ماتحت چلنے والے شعبوں میں کام کرنے والے غریب افراد کو تین تین ہزار روپے نقد اور عید کے لیے کپڑوں کے تحائف دیے۔ اس کے علاوہ جامعہ بیت السلام لنک روڈ کے گرد و نواح میں مختلف گوٹھوں میں 210 خاندانوں میں راشن پیکج تقسیم کیا، اس راشن پیکج میں گھی، دالیں، چینی، روح افزا، آٹا، بیسن اور چاول شامل تھے۔ اس کے علاوہ بیت السلام ویلفیر ٹرسٹ نے پاکستان بھر میں سات اضلاع میں قائم 67 قرآنی مراکز کے اساتذہ کرام کو دو ماہ کا راشن بھی تقسیم کیا۔

J.
47

Bswt Qurbani
48

Back Cover